سلسلۂ آصفیہ

(نمبر ۳)

دیوانِ دردِ اردو

یعنی

جس میں ہندوستان حضرت خواجہ میر درد دہلوی کا کلام معجز نظام

خاص صحت و اہتمام کے ساتھ

مطبع نظامی بدایوں (صوبہ متحدہ) میں چھپا

سنہ ۱۹۲۲ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ دیوان درد

کوئی درد آشنا کہہ گیا ہے ؎

	اگرچہ شاعرانِ نغز گفتار		زیک ساغر دریں بزم اند سرمست
	ولے - با بادہ بعضِ حریفاں		فریبِ چشمِ ساقی نیز پیوست
	مشو منکر کہ در اشعارِ ایں قوم		ورائے شاعری چیزے دگر ہست

خواجہ میر درد علیہ الرحمتہ کے دم قدم سے "ورائے شاعری" مضامین سے اردو ادب فیضیاب ہوا۔ ؎

	یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا	-	ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!

عموماً اردو شاعری کا سرمایہ نازحسنِ ظاہر کے انداز ہیں - جن میں حسنِ بیان نے چار چاند لگا دئے ہیں خواجہ صاحب کی چشمِ حق بیں جمالِ حقیقی کے جلوؤں سے منور تھی - وہی نور اون کے کلام میں تاباں ہے - میر تقی میر لکھتے ہیں - "گلچینِ خیال اودا گلِ معنی دامن دامن" - یہی وجہ ہے کہ خواجہ صاحب کے کلام کا پایہ عام شاعری سے بالاتر ہے -

ادبِ اردو سید راس مسعود صاحب کے خاندان کی سرپرستی کا برسوں سے منت پذیر ہے - سر سید نے اردو نثر کو "بیانِ مطالب" کی قوت بخشی - نکتہ شناس "پوتے" نے نظمِ اردو کی خدمت کی - "انتخاب زریں" کی اشاعت سے اردو نظم کا نام روشن کیا - سونے میں سہاگہ ڈالا - اساتذہ اردو کے دواوین خوبی - خوش اسلوبی سے شائع کرنے کا اہتمام کیا -

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

اوسی سلسلے کی ایک کڑی۔ "دیوان درد" بھی ہے۔ شروانی دہقانی مقدمہ نگاری پر مامور ہے عین سعادت کہ خواجہ صاحب کی بزم ادب میں باریابی کا ذریعہ ہاتھ آیا۔ ع

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

خواجہ صاحب کے حالات

نام خواجہ میر۔ درد[۱] تخلص۔ صحیح النسب حسینی سید ہیں۔ آبائی سلسلہ بارہویں پشت میں خواجہ بزرگ بہاؤالدین نقشبندی قدس سرہٗ سے اور چھبیسویں پشت میں حضرت امام عسکری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے مادری سلسلۂ نسب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کے والد کی والدہ بھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھیں۔ والد کا نام خواجہ ناصر۔ عندلیب تخلص نانا میر سید محمد۔ حسنی تھے۔ جو بیٹے تھے نواب میر احمد خاں شہید کے۔ نواب صاحب پانی پت کے معرکہ میں نادر شاہ کے مقابلہ میں شہید ہوئے۔ جہانکشائے نادری میں اون کا ذکر ہے۔ میرزا رفیع سودا کے ممدوح تھے۔ خواجہ صاحب کے نسب کے بیان میں تذکرہ نویسوں نے فاش غلطیاں کی ہیں۔ ہمارا بیان خواجہ صاحب کے علم الکتاب سے ماخوذ ہے۔ مسکن پرانی دلی میں تھا اوسی محلہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کی بھی سکونت تھی۔ "اجڑے دیار" کی آبادی و مردم خیزی۔ اللہ اکبر۔ خواجہ ناصر صاحب کے والد بخارا سے تحصیل علم کے بعد عہد عالمگیری میں وارد ہندوستان ہوئے تھے۔

---

[۱] اس تخلص میں ایک خاص لطف ہے۔ حضرت شاہ گلشن حضرت شاہ محمد وحدت گل کے مرید تھے۔ اب شجرۂ تخلص ملاحظہ ہو۔

شاہ محمد وحدت۔ گل
حضرت شاہ سعد اللہ۔ گلشن
خواجہ محمد ناصر صاحب۔ عندلیب
خواجہ میر صاحب۔ درد
خواجہ محمد میر صاحب۔ اثر

دیکھو گل کی جلوہ نمائی سے ظہور "گلشن" ہوا۔ گلشن نے نالہ عندلیب پیدا کیا۔ نالۂ عندلیب سے "درد" جلوہ افروز ہوا درد سے "اثر"۔ ع این سلسلہ از طلائے ناب ست + این خانہ تمام آفتاب ست۔

خواجہ محمد ناصر صاحب ہندوستان میں پیدا ہوئے - ابتداً شاہی منصبداروں میں شامل تھے آخر منصب ترک کر کے یادِ الہی میں مصروف ہو گئے - حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیر سے بیعت تھے حضرت شاہ گلشن پیر صحبت میں - شاہ گلشن کی نسبت خواجہ صاحب ایک موقع پر فرماتے ہیں "کہ اون کے فارسی کلیات میں دو لاکھ کے قریب شعر تھے - فن موسیقی میں کامل مہارت تھی - حج سے مشرف ہوئے تھے - اون کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

چوں مرقع صد بہار از فقر من گل میکند ✓ در فقیری بہرہ مند از فیضِ شاہ گلشنم

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح سے طریقۂ محمدیہ حاصل کیا - اون کی تصنیف "نالۂ عندلیب" کا حجم اٹھارہ سو صفحے کا ہے - جس کو آزاد نے "ایک رسالہ" لکھا ہے! - زبان فارسی ہے - قصے کے پیرایہ میں معارفِ بلند اور مطالبِ عالیہ بیان فرمائے ہیں - موقع موقع پر کثرت سے اشعار درج ہیں - وجہِ تصنیف خود یہ بیان فرمائی ہے کہ "اکثر آدمی مجھ سے مختلف مطالب اور مسائل دریافت کیا کرتے تھے - صوفی طریقت کے جویا تھے - مُلّا احکام شرعیہ پوچھتے تھے - مثلاً جبر و اختیار کا مسألہ - بعض جوان مذہبِ شیعہ و سنی کی تحقیق چاہتے تھے - بعض اخلاقِ ستودہ کے متلاشی تھے کسی کو عشقِ مجازی کی حکایتوں کا شوق تھا - اہلِ عقل کو عقلی پیرایہ کی جستجو تھی - اسی عرصہ میں حضرت قبلۂ عالم نے رحلت فرمائی - ادائے تعزیت کے لئے اعزہ اور احباب کا مجمع میرے مکان پر ہوا - اوسی موقع پر افسانہ کے پیرایہ میں "بزبانِ ہندی" مطالب بالا کے جوابات خواجہ صاحب نے بیان کئے - تین شب و روز یہ صحبت رہی - اپنے مطالب کے جواب پا کر سامعین پر عجب عالم طاری ہوا - سامعین مُصر ہوئے کہ اوس افسانہ کو قلمبند کر دوں - عرصہ تک ٹالا - آخر اشارۂ غیبی پا کر فارسی زبان میں لکھدیا - طریقۂ تالیف یہ تھا کہ عشا کے بعد مخصوص احباب کے روبرو زبانی بیان کرتا - میر درد لکھتے جاتے - احیاناً وہ نہ ہوتے تو بیدار میرے مرید قلمبند کرتے - کبھی وہ بھی نہ ہوتے تو خود میں ہی لکھتا جاتا اس طرح ۱۱۵۳ھ میں یہ کتاب ختم ہوئی "نالۂ عندلیب" - نام پایا - میر درد صاحب نے تاریخ لکھی - ع -

نالۂ عندلیب گلشن ماست ✓

کتاب کو پڑھو اور کمال اور بیان کی قوت کا اندازہ لگاؤ - خواجہ عندلیب صاحب نے ۶۹ برس کے سن میں شعبان ۱۱۷۲ھ میں رحلت فرمائی - رضی اللہ عنہ -

خواجہ میر درد ۱۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے تحصیل علم اپنے والد ماجد سے کی - تفصیل تحصیل نظر سے نہیں گزری - لیکن تصانیف شاہد ہیں کہ نقلی اور عقلی علوم میں کامل تھے - خصوصاً علم الکتاب کے معالعہ سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

واضح ہوتا ہے کہ تفسیر ۔ حدیث ۔ فقہ ۔ تصوف ۔ اور معقولات میں پوری مہارت حاصل تھی۔ ابتدائے شباب میں دنیا دار رہے ۔ جاگیر اور معاش کے اہتمام میں پوری تگ و دَو کی ۔ امرائے شاہی اور مقربانِ بارگاہ کے ناز اوٹھائے ۔ ۲۸ ۔ برس کی عمر میں جذبۂ حق نے اپنی طرف کھینچا ۔ سب کو چھوڑکر او دھر جھکے ۔ لباسِ درویشی پہنکر آستانۂ جاناں پر سر جھکا دیا ۔ ۳۹ برس کی عمر میں خواجہ عندلیب صاحب کی رحلت کے بعد مسند نشین ارشاد ہوئے ۔ اور آخر دم تک قدم نہ ہٹا ۔ مصیبتوں کے دریا چڑھے اور اُترے ۔ یہاں پائے استقامت کو جنبش بھی نہ ہوئی ۔ انہی مصایب میں ’’حملۂ نادری‘‘ بھی تھا ۔ خواجہ صاحب بارہویں صدی ہجری کے اولیائے کبار سے ہیں۔

تصنیف کا شوق ابتدائے عمر سے تھا اور آخر عمر تک رہا ۔ پندرہ برس کی عمر میں بحالتِ اعتکاف رسالہ ’’اسرار الصلوٰۃ‘‘ لکھا ۔ اونتیس ۲۹ برس کی عمر میں رسالہ ’’واردات‘‘ لکھا ۔ رسالہ مذکور ۱۱۷۲ھ میں ختم ہوا ۔ اسکے بعد ایک مدت تک اوس کی شرح ’’علم الکتاب‘‘ لکھی ۔ علم الکتاب کے بعد ’’نالۂ درد‘‘ لکھا جو ۱۱۹۰ھ میں پورا ہوا ۔ میر اثر نے تاریخ کہی ۔ ع نالۂ عندلیب دردِ من ست ’’نالۂ درد‘‘ کے بعد ۱۱۹۳ھ میں رسالہ آہِ سرد ختم ہوا ۔ تاریخ از میر اثر ۔ ع ’’آہِ سرد ما تمام گرمی رفتار ما ۔‘‘ ’’آہِ سرد‘‘ کے بعد رسالہ ’’دردِ دل‘‘ کی نوبت آئی اسی کے ساتھ ساتھ رسالہ ’’شمع محفل‘‘ لکھا گیا ۔ دونو کو ساتھ لکھنے کی وجہ یہ تحریر فرمائی ہی کہ ’’نالۂ درد‘‘ اور ’’آہِ سرد‘‘ کی تالیف کے بعد جب رسالہ ’’درد دل‘‘ لکھنا شروع کیا تو خیال آیا کہ اسکے بعد ایک رسالہ ’’شمع محفل‘‘ کے نام سے لکھوں گا ۔ مگر چونکہ سِن باسٹھ ۶۲ برس کا ہو چکا ۔ فرصت مفقود ۔ لہذا دونو کو ساتھ ساتھ لکھنا شروع کردیا ۔ صفر ۱۱۹۹ھ میں دونوں رسالے ختم ہوئے

فنِ موسیقی میں خواجہ صاحب کو پورا دخل تھا ۔ میاں فیروز خاں گویّوں کا استاد حاضر ہوکر فن کے نکتے حل کرتا ۔ دوسری اور چوبیسویں تاریخ کو ہر مہینے میں ایک مجلس سماع مکان پر ہوتی اسطرح کہ قوّال بلا طلب حاضر ہو جاتے اور جب تک اون کا دل چاہتا سناتے اور چلے جاتے ۔ نہ بلائے جاتے نہ روکے جاتے ۔ سماع کی نسبت خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔ ’’در سماع من جانب اللہ ست و حق برین امر ہمہ وقت گواہ کہ خود بخود گویندگاں می آیند و ما وام کہ میخواہند می سرایند ۔ نہ آنکہ فقیر اینہا را می طلبد ۔ و شنیدنِ سرود را چوں دیگراں عبادت می فہمد بلکہ ہماں معاملہ نہ انکار میکنم نہ ایں کار میکنم در پیش ست و عقیدۂ من ہماں ست کہ عقیدۂ بزرگانِ من ست‘‘ (نالۂ درد ۔ ۳۷)

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۴ - صفر ۱۱۹۹ ہجری کو انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے - تاریخ وفات از بیدار -

تاریخ - قطعہ -

آفتاب امت دین محمد خواجہ میر	مظہر علم علی و وارث اثنا عشر
حضرت درد آنکہ از درد فراق عندلیب	نالہ یا ناصر کش میکرد بر دلہا اثر
حیف کز دنیا بعمر شصت و ہشتم سالگی	جانب اعلاء علیین او کردہ سفر
بندہ بیدار کاں مست از غلامانش یکے	جست از وقت وصال و روز و ماہش چوں خبر
یک پہر شب ماندہ ہاتف کرد وا ایلا و گفت	ہائے بو وا دینہ و بست و چہارم از صفر

اس تاریخ میں خواجہ صاحب کی عمر اڑسٹھ برس کی لکھی ہے - حالانکہ خود خواجہ صاحب کے بیان سے چھیاسٹھ برس معلوم ہوتے ہیں - جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہوگا - مزار شہر پناہ کے باہر شاہ جی کے تالاب کے متصل ہے - میں بھی فاتحہ خوانی سے مشرف ہوا ہوں - والحمد للہ علی ذالک نزع میں یہہ مصرع خواجہ صاحب کے زبان پر تھا - ع - درد ہم جاتے ہیں پر چھوڑے اثر جاتے ہیں - میر اثر خواجہ صاحب کے بعد سجادہ نشین ہوئے - یہہ سلسلہ خواجہ محمد نصیر متخلص بہ "رنج" تک جاری رہا - جو خواجہ صاحب کے نواسے تھے - خواجہ صاحب کے صاحبزادے ضیاء الناصر تھے - تخلص "الم" تھا -

تصانیف

بیان بالا سے خواجہ صاحب کی تصانیف کے یہ نام معلوم ہوئے - اسرار الصلوٰۃ رسالہ واردات - علم الکتاب - نالۂ درد - درد دل - آہ سرد - شمع محفل - انکے علاوہ دیوان فارسی - دیوان اردو - جملہ تصانیف بالاشاعت ہوچکی ہیں -

اسرار الصلوٰۃ چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں نماز کے ارکان ہفتگانہ کے اسرار سربستہ کے بیان فرمائے ہیں - واردات - یہہ ایک سو گیارہ واردات کا مجموعہ ہے - ہر وارد کا نام جداگانہ ہے - مثلاً - وارد اول "فاتح الواردات" وارد ثانی - "نور من اللہ" علی ہذا القیاس وجہ تالیف "واردات" کی یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اکثر اوقات غلبۂ حالات میں (جو عبارت ہے شہادت مشاہدہ کی حالت سے اور استیلا تالہ سے) جو معانی دل پر منکشف ہوتے تھے وہ رباعیوں کی صورت میں منظوم ہوجاتے تھے جب یہ رسالہ تمام ہوگیا تو ۱۱۷۲ھ میں خواجہ عندلیب صاحب کی خدمت میں پیش ہوا اور پسند فرمایا گیا - رسالہ واردات میں معرفت و حقیقت کے مطالب عالیہ بیان فرمائے ہیں ہر وارد کا ایک دیباچہ ہے - اول و آخر رباعی ہے - درمیان میں شارحانہ نثر - نمونہ - وارد اول

رباعی اول

درخلوتِ ما کہ رشکِ صد انجمن ست	با خویش زباں چو شمع گرم سخن ست
عالم آئینہ خانہ است و مارا	ہر سو کہ اشارت ست با خویشتن ست

رباعی آخری

از فیض تو ہر خرابہ معمور آمد	در لطف تو ہر غمزدہ مسرور آمد
تحتِ سیہش رخت زعالم بر لیست	ہر سایہ کہ زیرِ سایۂ نور آمد

واردِ دوئیم - رباعی آخری -

ہستی و عدم خراب میخانۂ اوست	امکان و وجوب مست پیمانۂ اوست
چشمِ دل تو اگر حقیقت بیں ست	ہر ذرۂ خلق بودن خانۂ اوست

"علم الکتاب" رسالہ بالا کی شرح ہے جو میر اثر کی فرمایش سے لکھی گئی - باریک خط کے بڑے بڑے صفحے ۸۴۶ ہیں - خواجہ صاحب کے علمِ الٰہی کا تبحر اور کمالاتِ معرفت کی حقیقت اِس تصنیف سے واضح ہوتی ہے - جا بجا عربی طویل عبارتیں بے تکلف غایت بلاغت کے ساتھ مثلِ چشمہ رواں ہیں - مطالب حقہ کا ہجوم ہے - آیات اور احادیث اِس روانی اور آسانی سے ہر موقع پر درج ہوتی جاتی ہیں کہ پڑھنے والے کا قلب اون کے انوار سے پر نور و معمور ہوجاتا ہے - سلوک کے مسایل کو آیات و احادیث سے مجتہدانہ اور عارفانہ قوت کے ساتھ ثابت و مدلل فرمایا ہے - "نالۂ درد" میں فرماتے ہیں کہ "نالۂ عندلیب" اور "علم الکتاب" طریقہ محمدیہ کے سلوک کیلیے کافی ہیں - یہ کتاب متانت و قوت تحریر میں شاہ ولی اللہ صاحب کی بہترین تصانیف کے ہم پلہ ہے -

"نالۂ درد" "علم الکتاب" کے بعد لکھا گیا دیباچہ میں فرماتے ہیں -

"علم الکتاب کے ختم ہونے پر جو مطالب "قلبِ حیران پر" تراوش کرتے تھے اون کو میر اثر جمع کرتے گئے - جب مجموعہ تیار ہوگیا "نالۂ درد" نام رکھا گیا - اِس میں لفظ ناصر کے ہمعدد ۳۴۱ نالے ہیں - یہ رسالہ سوز و گداز اور ولولۂ شوق سے معمور ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں -

دردمی بارد از رسالۂ درد	شرح دردِ دل ست نالۂ درد

"آہِ سرد" اِس میں بھی ۳۴۱ سرد آہیں ہیں - "نالۂ درد" و "آہِ سرد" دونوں مل کر گویا ایک کتاب ہیں - "دردِ دل" "نالۂ درد" "آہِ سرد" دونو ختم ہوگئے مگر دردِ دل بدستور تھا - ناچار "دردِ دل"

لکھا۔ اس میں ۳۴۱ درد ہیں۔ ہر درد میں مطالب عرفان کی شرح ہے۔

شمع محفل۔ اس میں ۳۴۱ نور ہیں اور ہر نور معارف بلند سے ... رسالہ کا آغاز خواجہ صاحب کی عمر کے باسٹھویں سال میں ہوا تھا۔ چھیاسٹھ برس کی عمر تک درد و آہ کے ساتھ اس کی تحریر جاری رہی۔ اس رسالہ کا خاتمہ حیرت خیز اور واقعہ عبرت انگیز ہے۔ خاتمہ میں فرماتے ہیں۔ اب میری عمر کا چھیاسٹھواں سال ہے اور یہ رسالہ ختم ہو رہا ہے۔ مبارک اسم اللہ کے بھی عدد ۶۶ ہیں۔ صحیفۂ واردات ۱۱۷۲ھ ہجری میں ختم ہوا تھا اوسی سال والد عالی مرتبہ نے چھیاسٹھ برس کی عمر میں رحلت فرمائی تھی۔ حسن اتفاق کہ اس رسالہ کا خاتمہ امسال ہوا جو میرا سال ارتحال ہے۔ یہہ رسالہ۔ رسالہ "شمع محفل" کے ساتھ ۱۱۹۵ھ میں شروع ہوا تھا۔ ۱۱۹۹ھ میں ختم ہو رہا ہے۔ ظاہر ایہ خاتمہ توام ہے سکوت خاتمہ بالخیر راقم رسالہ سے" خواجہ صاحب کے کلام کا خلاصہ ختم ہوا۔ دیکھو اسی صفر کی ۲۴ تاریخ کو خواجہ صاحب نے رحلت فرمائی۔ یہہ کیا تھا۔ سائنس کے رمز شناس سوچیں "شمع محفل" کا نور (۳۲۹) اس راز پر روشنی ڈالتا ہے جہاں فرماتے ہیں کہ مجھ سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ سال ارتحال و حال انتقال مجھکو پیشتر سے بتلا دیا جائے گا۔ یعنی اجل ناگہاں نہیں پہنچیگا۔ چاروں مذکورۂ بالا رسالوں میں یہہ التزام ہے کہ سوائے اپنے اشعار فارسی کے اور کسی شاعر کا کلام درج نہیں کیا۔

"دیوانِ فارسی" دیوانِ فارسی مختصر ہے۔ ۱۳۰۹ھ ہجری میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا ہے۔ غزلیں ہیں۔ رباعیاں ہیں۔ مخمس وغیرہ بھی ہیں۔ زبان کا وہی انداز ہے جو فارسی گو شعرائے ہند خانِ آرزو وغیرہ کا ہے۔ معرفت کی قوت کے لحاظ سے بہت بلند پایہ ہے۔ ایک شعر سن لیجئے۔

شد منشأ ظہورِ دو عالم وجودِ ما
جوشید نشأتین ز جوشِ شرابِ ما

اس شعر سے زورِ کلام اور قوتِ نسبت کا اندازہ کیجئے۔ اگر "نالۂ درد" وغیرہ کے اشعار بھی شامل دیوان ہوجائیں تو ایک ضخیم مجموعہ مرتب ہو جائے۔ نمونہ غزل فارسی۔

غزل

چہ جوش زد بادہ توحید بہ میخانۂ ما ۔ بحر دارد بہ گرہ قطرۂ پیمانۂ ما
یک نگہ ما پردہ کشائے حرم دل باشد ۔ بستہ احرامِ رہش لغزشِ مستانۂ ما

نفس اسلام WWW.NAFSEISLAM.COM

دیدہ ہا آئینہ باشد بامیدے کہ کنُد
جلوۂ یار قدم رنجہ بکاشانۂ ما

زینت و زیبِ زناں باد مبارک بزناں
سازد و نیا ئکند ہمتِ مردانۂ ما

سنّتِ طبعِ رسا در دو ہنت نکشتم
آشنا کردہ بما معنیٔ بیگانۂ ما

غزل

آئینہ ایم فرماتا در حضور آئیم
ہر جلوہ کہ داری در خود ترا نمائیم

عرفانِ تیز بیں را حیرت گرفت آخر
اکنوں بہ نورِ ایماں چشمِ یقیں کشائیم

از آشنائے ما بیگانگی ست او را
بیگانہ وار ہستیم از بسکہ آشنائیم

ما چشمِ نقشِ پائیم دیدِ قصور داریم
گو در رہش فتادیم اما برہ نپائیم

او دلبر و دل آزا = ما دل ز دست دادہ
یارب چہ پیش آمد آمادۂ بلائیم

ما از وفا نپرسیم تو از جفا نگوئی
تا چند آزمائی تا چند آزمائیم

یاراں ز مہربانی دانند ہر چہ دانند
ما خوب می شناسیم ای درد آنچہ مائیم

متفرق

در دو سلطانِ بحر و بر گشتم
کہ لبِ خشک و چشمِ تر دارم

ولہ

صبحِ روزِ فراق شام بود
اے شبِ وصل شامِ تو سحرست

ولہ

فروغِ ماہ در شبہا تواں دید
بہندوستاں نماید نورِ ایماں

ولہ

در دست چراغے کہ دریں راہ بگیرم
آئینہ بکف از دلِ آگاہ بگیرم

"دیوانِ اردو"۔ اس کا بیان آگے آتا ہے۔

ادبِ اردو

خواجہ صاحب اردو شعرا کے تیسرے دور میں آتے ہیں۔ میر و میرزا معاصر تھے دورِ سوم کے شعرا کی نسبت آزاد آبِحیات میں لکھتے ہیں "زبان اردو ابتدا میں کچا سونا تھی۔ اِن بزرگوں نے اوسے کدورتوں سے پاک صاف کیا اور ایسا بنا دیا ہے کہ جس سے ہزاروں ضروری کام اور آرایشوں کے سامان حسینوں کے زیور بلکہ بادشاہوں کے تاج و افسر تیار ہوتے ہیں......... یہ اپنی صنعت میں کچھ کچھ تکلف بھی کریں گے مگر ایسا جیسے گلاب کے پھول پر شبنم یا تصویر پر آئینہ۔ انکا تکلف بھی اصل نزاکت پر کچھ لطف زیادہ کرے گا اوسکی خوبی پر پردہ نہ ہوگا۔ تم میر صاحب اور خواجہ میر درد کو دیکھوگے کہ اثر میں ڈوبے ہونگے"۔ آگے چلکر لکھتے ہیں "اپنے استادوں اور بزرگوں سے یہی سُنا کہ مرزا جان جاناں۔ سودا۔ میر۔ خواجہ میر درد۔ یہہ چار شخص تھے کہ جنہوں نے زبان اردو کو خراط او تارا ہے"۔

کلام بالا سے خواجہ صاحب کے ادبی صفات یہ واضح ہوئے۔ زبان کو پاک اور کلام کو آراستہ کیا۔ خراط او تارا۔ اِس سے بھی بڑھکر شہادت میر تقی میر اور میر حسن کی ہے۔ میر صاحب جب اکبرآباد سے دلی آئے تو خواجہ صاحب کی خدمت میں شرف اندوز ہوتے رہے۔ اونکے مشاعرہ میں شریک ہو کر دار الخلافہ کے مذاق سے آشنا ہونے اور اہلِ زبان کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کا موقع اونکو ملا۔ میر صاحب کی ترقی دیکھکر خواجہ صاحب فرماتے "میر محمد تقی تو میرِ مجلس خواہی شد"۔ جب وہ مشاعرہ خواجہ صاحب کے یہاں بند ہوگیا۔ تو میر صاحب نے اونکی فرمایش سے اپنے یہاں مقرر کیا۔ اپنے مشاعرہ کی نسبت کہتے ہیں "واللہ کہ بذات ہمیں بزرگ ست"۔ میر صاحب کو صاف اقرار ہے کہ اونکا کمال خواجہ صاحب کے پاک انفاس کا ممنونِ کرم ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں "الحمد للہ والمنتہ کہ حرفِ آں سر سلسلۂ خدا پرستاں مؤثر افتاد۔ باطنِ آن خضرِ قافلۂ اہلِ عرفاں کہ از ظاہرش ظاہر تر ست نزود کار کرد۔ (دیکھو تذکرۂ میر تقی۔ حالات خواجہ صاحب)۔ میر حسن نے بھی ابتداءً ذوقِ شاعری کی پختگی خواجہ صاحب کی صحبت میں حاصل کی۔ کریم الدین لکھتے ہیں "بچپن سے میر حسن کو شوق نظم کا تھا۔ جب اِس شوق کی ترقی چاہی خواجہ میر درد کی صحبت میں رہے۔ اِسی فیض صحبت سے وہ اپنے ارادہ پر مضبوط اور قائم رہے" (ترجمہ کا سندتی تاسی) خود میر حسن اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ "میرے اوستاد میر ضیا ہیں مگر مجھ سے اونکے طرز کا کما حقہٗ نباہ نہو سکا۔ اِس لئے میں نے دوسرے بزرگوں کی (مثل خواجہ میر درد۔ میرزا رفیع سودا۔ اور میر تقی میر) پیروی کی۔ خواجہ صاحب کی خصوصیت خاص یہہ ہے کہ اردو شاعری کے قالب میں حقیقت و معرفت کی روح پھونکی۔ مردہ جسم کو زندہ کیا۔ نمایاں وصف یہہ ہے کہ اردو ادب میں

WWW.NAFSEISLAM.COM

مذاقِ صحیح پیدا کیا۔ میر تقی میر اور میر حسن اون کے صحبت یافتہ ہیں۔ اثر اور قائم اُن کے شاگرد ہیں۔ نیز فراق۔ بھکاری داس۔ عزیز نثار۔ آلم صاحبزادہ ہیں۔ ایک قریبی رشتہ دار شاعر تخلص ہیں۔

میر اثر کی مثنوی "خواب وخیال" افسوس ہے کہ اب تک دستیاب نہیں ہوئی مگر جو اشعار اُس کے محفوظ ہیں اُن سے اور خواجہ حالی کی شہادت سے عیاں ہے کہ مثنوی مذکور ایک نمونہ تھی حُسنِ ادب کا۔ آبحیات میں آزاد نے تصریح کی ہے کہ میر حسن جو اندازِ بیان دِلّی سے لائے تھے وہ اُن کے خاندان نے آخر تک قائم رکھا۔ چنانچہ میر انیس کہدیتے تھے کہ "یہ میرے گھر کی زبان ہے۔ حضرات لکھنؤ اس طرح نہیں فرماتے" نہ صرف یہ بلکہ اندازِ گفتگو۔ طرزِ معاشرت میں بھی آخر تک امتیاز قائم رہا۔ جن صاحبوں نے میر نفیس اور میرزا اوج کو دیکھا ہے وہ میرے بیان کی تصدیق کریں گے۔ اب یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ مثنوی خواب وخیال۔ مثنوی بدرِ منیر اور مراثی انیس سے جو فخر وشرف ادب اردو کو حاصل ہوا وہ خواجہ صاحب کے فیضِ تربیت کا ممنون ہے۔

خواجہ صاحب شاعری کی نسبت ایک موقعہ پر فرماتے ہیں۔ اس سے اندازہ کرو کہ کیسی پاکیزہ شاعری کا مفہوم خواجہ صاحب کے ذہن میں تھا۔ "شاعری ایسا کمال نہیں جس کو مرد۔ آدمی اپنا پیشہ بنالے اور اُس پر ناز کرے۔ البتہ انسانی ہنروں میں سے ایک ہنر ہے بشرطیکہ صلہ حاصل کرنے اور دربدر پھرنے کا آلہ نہ بنے اور مدح اور ہجو دنیا کمانے کے لیے نہ کہے ورنہ گداگری کی ایک صورت ہے اور طماعی اور بدنفسی کی دلیل" (نالۂ درد ۲۸)۔

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں: "اس سے پہلے بہت ہی کم آدمی ایسے نظر آتے تھے جو "سلسلہ جُنبانِ سخن" ہوں۔ آپ کہیں دوسروں سے سُنیں۔ دل بے اختیار رہا ہتا تھا کہ دل پر جو معارف تازہ وارد ہوتے تھے اُن کو سخن فہم نکتہ سنجوں کے سامنے بیان کروں اور اُن سے ہمکلام ہوں یہ نتیجہ انسانیت ہے اور نشانِ آدمیت۔ کلام مربوط عجیب لذت رکھتا ہے اور دل کو شگفتہ کر دیتا ہے۔ علّمہ البیان کا یہی خلعت ہے جو خلیفتہ اللہ کو پہنایا گیا ہے۔ پاک فرشتوں کی مسجودیہ مشت خاک اِسی نعمت کی بدولت ہوئی ہے۔ اب معنی فہم انسانوں سے زمانہ بالکل خالی ہو چکا ہے۔ بعض جہلا توحید اس انداز سے بیان کرتے ہیں جو عین الحاد ہے۔ بعض جنگجو مذہب وملت کی باتیں اس طرح کرتے ہیں جو منشاءِ فساد ہو جاتی ہیں۔ کچھ خام طبع باہم ملکر جوشِ اخلاص کا اظہار کرتے ہیں اور بیہودہ گوئی کے معرکے گرم کرتے ہیں۔ عقل وفہم کہاں۔ خدا ایسی صحبتوں کے شر سے محفوظ رکھے"

خود اپنی شاعری کی نسبت فرماتے ہیں: "فقیر کے اشعار باوجود رتبۂ شعری کی رعایت کے پیشۂ شاعری اور اندیشۂ ظاہری کے نتائج نہیں۔ بندہ نے کبھی شعر بدون آمد کے۔ اہتمام آورد سے موزوں نہیں کیا اور بہ تکلف کبھی شعر وسخن میں مستغرق نہیں ہوا۔ کبھی کسی کی مدح یا ہجو نہیں لکھی۔ کبھی فرمائش یا آزمائش سے متاثر ہو کر شعر نہیں کہا"

(علم الکتاب صفحہ ۹۱)

عشق مجازی کا مفہوم خواجہ صاحب کے یہاں معمولی سطح سے بلند تر ہے۔ فرماتے ہیں: "بوالہوسی عشقِ مجازی

نہیں ہے اور اس مجاز کو حقیقت کی راہ نہیں کہہ سکتے پیر کی محبت وہ عشقِ مجازی ہے جو مطلوبِ حقیقی تک پہنچا دیتی ہے
؎ وردِ سرافزودِ از عشقِ بُتاں ؎ درد مین مجو استم درد لے۔ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں "میں کبھی رسمی عشق بازی میں گرفتار نہیں ہوا۔ لیکن دل "عاشقانہ صادقانہ" پایا ہے۔ محبوبوں سے تو کبھی سابقہ نہیں رہا البتہ دوستوں کی صحبت بے تکلفانہ میں وقت گزارا ہے۔ دوستانِ ہمدم جب جمع ہوں اور "محفلِ زندہ دلی" گرم فرمائیں اِس مردہ دل افسردہ خاطر" کو بھی یاد کریں اور فاتحہ خیر سے شاد"

مضامین بالا سے واضح ہوا ہوگا کہ خواجہ صاحب کی شاعری کی نوعیت اور تخیل شعر کی حقیقت کیا تھی؟

خواجہ صاحب کا **دیوان اُردو** مختصر ہے۔ عام طور پر جو مطبوعہ نسخے ملتے ہیں بہت غلط ہیں۔ اسی لیے جناب **سید راس مسعود** صاحب کو صحیح نسخے کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا۔ اور بہت صحیح پیدا ہوا۔ حیدرآباد میں ایک سے زائد قلمی دیوان درد کے نسخے میرے ہاتھ آئے۔ سید صاحب کی فرمائش سے میں نے **سید معین الدین صاحب** شاہجہان پوری (مترجم نپولین اعظم وغیرہ) کو تصحیح و مقابلے کی تکلیف دی۔ اہل ادب کو ممنون ہونا چاہیے کہ نہایت محنت و دیدہ ریزی سے اُنھوں نے ایک صحیح نسخہ مرتب فرمادیا اُسی نسخے سے یہہ دیوان طبع ہوا ہے۔ طبع کے بعد جب میں حیدرآباد سے حبیب گنج آیا تو کتاب خانہ میں ایک قدیم مطبوعہ نسخہ موجود ملا جو دہلی کے مطبع مصطفائی میں ۱۲۵۵ھ میں اہتمام سے طبع ہوا تھا۔ یہہ نسخہ بہت صحیح ہے اور متعدد صحیح نسخوں کے مقابلے سے چھاپا گیا تھا۔ میں نے اِس نسخے سے بھی مقابلہ کرنے کی خواہش سید معین الدین صاحب سے کی اور اُنھوں نے مہربانی سے محنت کرکے مقابلہ کیا۔ یہہ دیکھکر مسرت ہوئی کہ حالیہ مطبوعہ نسخہ قدیم سے بالکل مطابق نکلا۔ صحت میں بھی اور مقدارِ کلام میں بھی۔

خواجہ صاحب کے کلام میں بعض ایسے الفاظ ضرور ہیں جو اب متروک ہوچکے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ جو زبان آج فصیح سمجھی جاتی ہے کل اُس کے کتنے الفاظ غیر فصیح اور نامانوس مانے جائینگے۔ لیکن اسی کے ساتھ معرفت اور حقیقت کا رنگ۔ کلام کی پاکیزگی۔ تخیل کی بلندی درد کی چاشنی سوز و گداز کا کندن ہر جگہ عیاں ہے تاہم ہر اشعار ذیل اس دعوے کے شاہد ہیں:۔

غزل

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کی رقم کا ۔۔۔ حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا
جس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے ۔۔۔ کیا تاب گزر ہووے تعقل کے قدم کا
بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن ۔۔۔ آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا
ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا ۔۔۔ اور دل میں بھروسا ہے تو تیرے ہی کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

دیگر

مژگان تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں
کھینچے ہی دور آپ کو میری فروتنی
اُفتادہ ہوں پہ سایۂ قدِّ کشیدہ ہوں
ہر شام مثلِ شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثلِ صبح گریباں دریدہ ہوں
کرتی ہے بوئے گل تو میرے ساتھ اختلاط
پر آہ۔ میں تو موجِ نسیم وزیدہ ہوں
جاہے ہے پر مری تپشِ دل کے بعد مرگ
کنجِ مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غمزدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

دیگر

ہر طرح زمانے کے ہاتھوں سے ستم دیدہ
گر دل ہوں تو آزردہ خاطر ہوں تو رنجیدہ
ہم گلشنِ دوراں میں اے خفتگیِ طالع
سر سبز تو ہیں لیکن جوں سبزۂ خوابیدہ
اے شورِ قیامت رہ اودھر ہی میں کہتا ہوں
چونکے ہے ابھی یاں سے کوئی دل شوریدہ
اوروں سے تو ہنستے ہو نظروں سے ملا نظریں
ایدھر کو نظر کوئی پھینکی بھی تو دزدیدہ
مجھ پر بھی تو یہ عقدہ تو کھول صبا بارے
زلفوں نے کسے بھیجا یہ نامۂ پیچیدہ
بدخواہ بھی عالم گو ہووے تو ہو لیکن
یا رب نہ کسی کے ہوں دشمن یہ دل و دیدہ

کرتا ہے جگہ دل میں جوں ابروئے پیوستہ
اے درد یہ تیرا تو ہر مصرعہ چسپیدہ

کاشش تا شمع نہ ہوتا گزرِ پروانہ
تم نے کیا قہر کیا - بال و پرِ پروانہ

شمع کے صدقے تو ہوتے ابھی دیکھا تھا اُسے
پھر جو دیکھا تو نہ پایا اثرِ پروانہ

کیوں اُسے آتشِ سوزاں میں لیے جاتی ہے
سوجھتا بھی ہے تجھے کچھ نظرِ پروانہ

ایک ہی جست میں لی منزلِ مقصود اُس نے
راہرو - رشک کی جا ہے سفرِ پروانہ

شمع تو جل بجھی اور صبح تو دار ہوئی
پوچھوں اے درد میں کس سے خبرِ پروانہ

دیگر

اُس کی بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
فصلِ بہار جس کے ہاں ایک یہ گل فروش ہے

خلوتِ دل نے کر دیا اپنے حواس میں خلل
حُسن بلائے چشم ہے - نغمہ وبالِ گوش ہے

ہووے تو درمیان سے اپنے تئیں اُٹھائیے
یار نہیں ہے اور کچھ - سر ہی وبالِ دوش ہے

نالۂ و آہ کیجیے خونِ جگر ہی پیجیے
عہدِ شباب کہتے ہیں موسمِ ناؤ نوش ہے

خیر تجھے جو چاہیے بدرقہ جنوں نہ چھوڑ
ہمنے جہاں کی سیر کی - رہزنِ خلق ہوش ہے

غیرِ ملال زاہدا - کیا ہے طریقِ زہد میں
دِل ہو شگفتہ جس جگہ - کوچۂ میفروش ہے

اپنے تئیں تو کام کچھ خرقہ و جامہ سے نہیں
درد اگر لباس ہے دیدۂ عیب پوش ہے

دیگر

آفتِ جان و دل تو یاں وہ بتِ خود فروش ہے
پہلے ہی جس کے پیشکش - صبر و قرار و ہوش ہے

دل کو سیاہ مت کر - کچھ بھی تجھے جو ہوش ہے
کہتے ہیں کعبہ اِس کو - اور کعبہ سیاہ پوش ہے

کس کی یہ ہوتی ہے صبا گفت و شنید باغ میں
غنچے سبھی دہان ہیں - گل بھی تمام گوش ہے

آتشِ گل جنوں مرا گرم کرے سو یہ نہیں
سینہ ہمیشہ آگ ہے دل میں سدا ہی جوش ہے

حادثۂ زمانہ کیا تیری جفا سو کب بلا
ہم کو سپہر مت ڈرا - نیش بھی یاں تو نوش ہے

ہم نے تو ایک معصیت چاہی چھپے نہ چھپ سکی
آہ کہیں یہ ناتواں حال کرے سو کیا بیاں
دور نہیں ہوا ہمیں رنج شعور سا تیا

اپنے گناہ کو ترا عفو ہی پردہ پوش ہے
منہ پہ ہے مہر خاموشی دل میں بھرا خروش ہے
اک دو سہ جام اور بھی باقی ابھی تو ہوش ہے

محنت و رنج و غم سے یاں درد نہ جی چھپائیے
بار سبھی اٹھائیے جب تئیں سر بہ دوش ہے

آخر میں یہ لکھدینا ضروری ہے کہ جو حالات اس مقدمے میں لکھے گئے ہیں اُن کا ماخذ خود خواجہ صاحب کی تصانیف ہیں بعض حالات یا مضامین ایسے بھی درج ہوئے جو دوسری کتابوں سے ماخوذ ہیں اُن کا حوالہ موقع پر دیدیا گیا ہے۔

میں ممنون ہوں کہ سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی سے قیمتی مدد ملی ہے۔ ناشکری ہوگی اگر میں نہ لکھوں کہ خواجہ صاحب کی نادر اور نایاب تصانیف (علم الکتاب۔ و نالۂ درد وغیرہ) اور خواجہ عندلیب صاحب کی نالۂ عندلیب کی اشاعت کی سعادت نواب سید نور الحسن خاں مرحوم بھوپالی کو نصیب ہوئی۔ یہ دین و علم کی ایسی بیش بہا خدمت تھی جو ہمیشہ اہل دل کو اُن کا ممنون رکھیگی۔ جزاہ اللہ خیرا۔
اللہ بس۔ باقی ہوس

WWW.NAFSEISLAM.COM

محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی
المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ بہادر
حبیب گنج۔ ضلع علی گڑھ
۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ م ۲۹ اگست ۱۹۲۳ء
یوم چہار شنبہ

گزارش

سید راس مسعود صاحب المخاطب بہ نواب مسعود جنگ ناظم تعلیمات سرکار آصفیہ کی ادبی سرگرمیاں اک عرصے سے اساتذہ اردو کے کلام کو صحیح اور خوشنما صورت میں چھاپنے کی طرف متوجہ ہیں۔ نظامی پریس بدایوں کی خوش قسمتی ہی کہ اس تجویز کو عملی تشکل دینے کے لیے اس کو منتخب کیا گیا یہ سلسلہ سرکار آصفیہ کے نام سے منسوب ہی۔ دیوان درد جو آج آپ کے مبارک ہاتھوں میں پہونچتا ہی اس سلسلے کی تیسری کڑی ہی۔ چونکہ ہر دیوان کے ساتھ ایک مقدمہ شامل ہونے کا دستور ہو گیا ہی اس لیے سید راس مسعود صاحب نے اس دیوان کے لیے مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ بہادر کا انتخاب کیا۔ مقدمے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ سید صاحب کا یہ انتخاب کہاں تک صحیح ہی۔ مقدمہ جس تلاش و تجسس سے لکھا گیا ہی وہ دراصل شیروانی صاحب ہی کا حصہ تھا۔ اگرچہ اس کی وجہ سے شائقین کلام درد کو کسی قدر زیادہ انتظار کرنا پڑا لیکن مجھے امید ہی کہ مقدمے کی اہم معلومات اور دقیق نکات سے اس کا پورا معاوضہ ہو جائے گا۔ ارادہ تو یہ تھا کہ قدیم اردو کے متروک الفاظ و محاورات کی ایک فرہنگ بھی شامل کر دی جاتی لیکن ہم ناظرین کو مزید انتظار کی تکلیف دینا نہیں چاہتے تھے اور افسوس ہی کہ یہ ارادہ آیندہ اشاعت کے لیے ملتوی کرنا پڑا۔

دیوان کی صحیح کتابت اور اُس کی خوشنما طباعت کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہی کہ یہ "دیوان درد" جو کارکنان نظامی پریس کی ادبی سعی کا ایک نمونہ ہی اپنا آپ ہی نظیر ہی۔

خواجہ میر درد کے کلام میں دنیا کی بے ثباتی کی تصویر سوز و گداز کے مضامین عجیب دلکش پیرایہ میں ادا کیے گئے ہیں۔ ان کا تخیل نہایت زبردست، ہی اخلاقی نکات سے ان کا کلام مالا مال ہی۔ اگر ہم خواجہ صاحب کے دیوان کی نسبت یہ کہیں کہ وہ پند و نصائح کے بیش بہا جواہر ریزوں کا گنجینہ ہی تو کچھ بیجا نہیں وہ خود فرماتے ہیں ؎

ہوں قافلہ سالار طریقِ قدما درد
چوں نقشِ قدم خلق کو میں راہنما ہوں

امید ہی کہ ہماری موجودہ نسل جس نے مغربی تعلیم کی روشنی میں پرورش پائی ہی۔ اس قدیم ایشیائی شاعر کے نادر کلام سے فائدہ اُٹھائے گی اور اس زمانہ میں بھی جبکہ اُس کی تصنیف کو کم و بیش ڈیڑھ سو سال گزر چکے ہیں وہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا فقط

خاکسار

نظامی بدایونی عفی عنہ

نظامی پریس بدایوں

۱۶ رصفر ۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الف

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کی رقم کا
حقا کہ خداوند ہی تو لوح و قلم کا

جس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہی
کیا تاب گزر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن
آباد ہی تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا

ہی خوف اگر جی میں تو ہی تیرے غضب کا
اور دل میں بھروسا ہی تو تیرے ہی کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

دونو جہاں کو روشن کرتا ہی نور تیرا
اعیان ہیں مظاہر ظاہر ظہور تیرا

یاں افتقار کا تو امکاں سبب ہوا ہی
ہم ہوں نہ ہوں ولے ہی ہونا ضرور تیرا

باہر نہ ہو سکی تو قیدِ خودی سے اپنی
اے عقلِ بے حقیقت دیکھا شعور تیرا

ہی جلوہ گاہ تیرا کیا غیب کیا شہادت
یاں بھی شہود تیرا واں بھی حضور تیرا

جھکتا نہیں ہمارا دل تو کسی طرف یاں
جی میں بھرا ہوا ہی ازبس غرور تیرا

اے درد منبسط ہی ہر سو کمال اُس کا
نقصان گر تو دیکھے تو ہی قصور تیرا

WWW.NAFSEISLAM.COM

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہماں تھے یاں اک تو ہی صاحب خانہ تھا

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراج خزاں
آشنا اپنا بھی واں اک سبزۂ بیگانہ تھا

ہو گیا مہماں سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوتخانہ تھا

بھول جا خوش رہ عبث وے سابقے مت یاد کر
درد یہ مذکور کیا ہے آشنا تھا یا نہ تھا

کبھی خوش بھی کیا ہے دل کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

چھپے ہرگز نہ مثل بو وہ پردوں کے چھپائے سے
مزا پڑتا ہے جس گل پیرہن کو بے حجابی کا

شرار و برق کی سی بھی نہیں یاں فرصت ہستی
فلک نے ہم کو سونپا کام جو کچھ تھا شتابی کا

میں اپنا درد دل چاہا کہوں جس پاس عالم میں
بیاں کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا

کبود چرخ دیکھا تو سواری کے نہیں قابل
مہ نو سے ہے پیدا عیب اس کی بدرکابی کا

زمانے کی نہ دیکھی جرعہ ریزی درد کچھ تو نے
ملایا مثل مینا خاک میں خوں ہر شرابی کا

جان پر کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یا رہے مجھ کو ادھر دیکھنا

گرچہ وہ خورشید رو ہے نت مرے سامنے
تو بھی میسر نہیں بھر کے نظر دیکھنا

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک
اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

ذکر وفا کیجیے اس سے جو واقف نہ ہو
کہتے ہو کس سے یہ تم ٹک تو ادھر دیکھنا

مثل شرر تنگ چشم ہستی سنے بود ہے
دیکھ نہ سکتا اسے ٹک بھی جدھر دیکھنا

نالۂ دل کا اثر دیکھ لیا درد بس

جی میں نہ رہ جائے یہ آہ بھی۔ کر دیکھنا

اکسیر پر مہوّس اتنا نہ ناز کرنا
بہتر ہی کیمیا سے اپنا گداز کرنا

کب دل ملے کسی کا ہم غمزدوں سے کھل کر
ہی اپنے دل سے لازم جوں غنچہ ساز کرنا

ای آنسوؤ نہ آوے پھول کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا

تو اپنے ہاتھ آپ ہی پڑتا ہی تفرقہ میں
ای امتیاز ناداں ٹک امتیاز کرنا

ہم جانتے نہیں ہیں ای درد کیا ہی کعبہ
جیدھر پھرے وہ ابرو اودھر نماز کرنا

مثلِ نگیں جو ہم سے ہوا کام رہ گیا
ہم روسیاہ جاتے رہے نام رہ گیا

یارب یہ دل ہی یا کوئی مہمان سرا ہی
غم رہ گیا کبھو۔ کبھو آرام رہ گیا

ساقی مرے بھی دل کی طرف ٹک نگاہ کر
لبِ تشنہ تیری بزم میں یہ جام رہ گیا

سو بار سوزِ عشق نے دی آگ پر ہنوز
دل وہ کباب تھا کہ جگر خام رہ گیا

ہم کب کے چل بسے تھے پرای مژدۂ وصال
کچھ آج ہوتے ہوتے سرانجام رہ گیا

مدت سے وہ تپاک تو موقوف ہو گئے
اب گاہ گاہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا

ازبس کہ ہم نے حرف دوئی کا اٹھا دیا
ای درد اپنے وقت میں ابہام رہ گیا

جگ میں آکر اِدھر اودھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

جان سے ہو گئے بدن خالی
جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

نالہ فریاد آہ اور زاری
آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی
ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

اور عاشق مزاج ہی کوئی
درد کو قصہ مختصر دیکھا

عاشق بیدل ترا یاں تک تو جی سے سیر تھا
زندگی کا اس کو جو دم تھا دم شمشیر تھا

کی تو تھی تاثیر آہ آتشیں نے اس کو بھی
جب تلک پہونچے ہی پہونچے راکھ کا یاں ڈھیر تھا

حرص کرواتی ہے روبہ بازیاں سب نہ یاں
اپنے اپنے بوریئے پر جو گدا تھا شیر تھا

اشک نے میرے ملا سے کتنے ہی دریا کے پاٹ
دامن صحرا میں ورنہ اس قدر کب گھیر تھا

شیخ کعبے ہو کے پہونچا ہم کنشت دل میں ہو
درد منزل ایک تھی کچھ راہ ہی کا پھیر تھا

کام یاں جس نے جو کہ ٹھہرایا
جب تلک ہووے آپ ہی کام آیا

بے طرح کچھ الجھ گیا تھا دل
بے وفائی نے تیری سلجھایا

آنسو کب تک کوئی پیئے جاوے
اس محبت نے جی بہت کھایا

دشمنی میں سنا نہ ہووے گا
جو ہمیں دوستی نے دکھلایا

ہم نہ کہتے تھے منہ نہ چڑھ اس کے
درد کچھ عشق کا مزا پایا

اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو اک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا

میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا

گلی سے تری دل کو لے تو چلا ہوں
میں پہونچوں گا جب تک یہ آتا رہے گا

جفا سے غرض امتحان وفا ہی
تو کہہ کب تلک آزماتا رہے گا

قفس میں کوئی تم سے اے ہم صفیرو
خبر گل کی ہم کو سناتا رہے گا

خفا ہوکے اے درد مر تو چلا تھا
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہے گا

جی میں ہے سیرِ عدم کیجیے گا
ایک بیک خلق سے رم کیجیے گا

موردِ قہر تو یاں ہم ہی ہیں
اور کس پر یہ کرم کیجیے گا

سخت بے باک ہے یہ خامۂ شوق
اپنے ہاتھوں کو قلم کیجیے گا

ٹک بھی گردوں نے اگر فرصت دی
عیش کو کشتۂ غم کیجیے گا

گرمیِ اشک سے مانندِ شراب
آب و آتش کو بہم کیجیے گا

سینۂ و دل کے تئیں داغوں سے
رشکِ گلزارِ ارم کیجیے گا

قصد ہے قطع بطورِ مستاں
عرصۂ دیر و حرم کیجیے گا

پھر جب آوے گی جی میں جوں برق
راہ طے اک دو قدم کیجیے گا

شدتِ مہرِ بتاں دل سے آہ
درد کس طرح سے کم کیجیے گا

ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا
پر اسے آہ نے اثر نہ کیا

سب کے ہاں تم ہوئے کرم فرما
اس طرف کو کبھو گزر نہ کیا

کیوں بھویں تانتے ہو بندہ نواز
سینہ کس وقت میں سپر نہ کیا

کتنے بندوں کو جان سے کھویا
کچھ خدا کا بھی تو نے ڈر نہ کیا

دیکھنے کو رہے ترستے ہم
نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا

آپ سے ہم گزر گئے کب کے
کیا ہے ظاہر میں گو سفر نہ کیا

کونسا دل ہی وہ کہ جس میں آہ
خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا

تجھ سے ظالم کے سامنے آیا
جان کا میں نے کچھ خطر نہ کیا

سب کے جوہر نظر میں آئے دردؔ
بے ہنر تو نے کچھ ہنر نہ کیا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

رات مجلس میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
میں جو پہونچا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے
واں یہ پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

پرورش غم کی ترے یہاں تئیں تو کی دیکھا
کوئی بھی داغ تھا سینہ پہ کہ ناسور نہ تھا

محتسب آج تو میخانہ میں تیرے ہاتھوں
دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

دردؔ کے ملنے سے اے یار برا کیوں مانا
اُس کو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا

اُن نے قصداً بھی میرے نالے کو
نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا

دیکھیے غم سے اب کے جی میرا
نہ بچے گا بچے گا کیا ہوگا

دل زمانے کے ہاتھ سے سالم
کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

حال مجھ غمزدے کا جس تس نے
جب سنا ہوگا رو دیا ہوگا

دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا

یک بیک نام لے اُٹھا میرا
جی میں کیا اُس کے آ گیا ہوگا

قطعہ

میرے نالوں پہ کوئی دنیا میں
بن کیے آہ کم رہا ہوگا

لیکن اس کو اثر خدا جانے
نہ ہوا ہوگا یا ہوا ہوگا

قتل سے میرے وہ جو باز رہا
کسی بدخواہ نے کہا ہوگا

دل بھی اے درد قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا

رکھتا ہوں ایسے طالع بیدار میں کہ رات
ہمسایہ میرے نالوں کی دولت نہ سو سکا

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

دشت عدم میں جا کے نکالوں گا جی کا غم
کنج جہاں میں کھول کے دل میں نہ رو سکا

جوں شمع روتے روتے ہی گزری تمام عمر
تو بھی تو درد داغ جگر کو نہ دھو سکا

اندازہ وہ ہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو ہو چکا ہو کسی کی نگاہ کا

زاہد کو ہم نے دیکھ لیا جوں نگیں بعکس
روشن ہوا ہے نام تو اس روسیاہ کا

ہر چند فسق میں تو ہزاروں ہیں لذتیں
لیکن عجب مزا ہے فقط دل کی چاہ کا

لیکن ازل سے تا بہ ابد ایک آن ہے
گر درمیان حساب نہ ہو سال و ماہ کا

رحمت قدم نہ رنجہ کرے گر تری ادھر
یا رب ہے کون پھر تو ہمارے گناہ کا

دل اس مژہ سے رکھیو نہ تو چشم راستی
اے بے خبر برا ہے یہ فرقہ سپاہ کا

شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں
نے تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا

سو بار دیکھیں میں نے تیری بے وفائیاں
تس پر بھی نت غرور ہے دل میں نباہ کا

اے درد چھوڑتا ہی نہیں مجھ کو جذب عشق
کچھ کہربا سے بس نہ چلے برگ کاہ کا

دل کس کی چشم مست کا سرشار ہو گیا
کس کی نظر لگی جو یہ بیمار ہو گیا

کچھ ہو خبر تجھے بھی کہ اُٹھ اُٹھ کے رات کو
عاشق تری گلی میں کئی بار ہو گیا

بیٹھا تھا خضر آ کے مرے پاس ایک دم
گھبرا کے اپنی زیست سے بیزار ہو گیا

چاک جگر تو سیکڑوں خاطر میں کچھ نہ تھے
دل کی تپش سے آگے میں ناچار ہو گیا

کھٹکی کبھو دلوں میں نہ تیری صدا جرس
نالہ مرا تو چھوٹتے ہی پار ہو گیا

ای درد ہم سے یار ہے اب تو سلوک میں
خط زخم دل کو مرہم زنگار ہو گیا

تم نے تو ایک دن بھی نہ ایدھر گزر کیا
ہم نے ہی اس جہان سے آخر سفر کیا

جن کے سبب سے دیر کو تو نے کیا خراب
ای شیخ اُن بتوں نے مرے دل میں گھر کیا

تیرے سبب سے اور بھی مجھ پر غضب ہوا
ای نالہ واہ واہ خوب یہ تو نے اثر کیا

کم فرصتی نے ہستی بے اعتبار کی
شرمندہ تیرے آگے ہمیں ای شرر کیا

پیکان دل کے ساتھ ہوا جب معانقہ
سینہ سے تب خدنگ نے تیرے گزر کیا

روتا ہے گرم جوشی ای یاد کر کے درد
آتش نے مجھ کو شمع کے مانند تر کیا

شب گزری اور آفتاب نکلا
تو گھر سے بھلا شتاب نکلا

ای آتش عشق جس کو ہم یاں
دل سمجھے تھے سو کباب نکلا

ایدھر کو جو منہ کرا کے دیکھا
کچھ تو جی سے حجاب نکلا

ہر چند کیے ہزار نالے
پر دل سے نہ اضطراب نکلا

میخانۂ عشق میں تو ای درد
تجھ سا نہ کوئی خراب نکلا

مانند فلک دل متوطن ہے سفر کا
معلوم نہیں اس کا ارادہ ہے کدھر کا

جوں چاہیے اس طرح بیاں ہم سے نہ ہوگا
کر اپنے دہن سے ہی تو وصف اپنی کمر کا

آزاد کسی کی بھی اٹھاتے نہیں منت
نے خونِ جگر داغ تو مرجھا ہی چلے تھے

دیکھا نہ کسو سروِ کو تہ بارِ ثمر کا
ہوتا نہ اگر چشمہ مرے دیدۂ تر کا —

کہسار پہ ہر سنگ یہ کہتا تھا پکارے
اے درد مقر ہوں ترے نالوں کے اثر کا

ٹھہر جا ٹک بات کی بات اے صبا
لے نہ جاوے حرصِ اہلِ فقر کو
رات جب پہونچا میں اس کے روبرو
کھل گیا جو کچھ کہ تھا - اے نیستی!

کوئی دم کو ہم بھی ہوتے ہیں ہوا
بہ سکے کب موجِ نقشِ بوریا
جوں زبانِ شمع گم تھا مدعا
ہستیِ موہوم کا یاں افترا

درد میری تیرہ بختی کے تئیں
ڈھونڈھیو ہمسایۂ ظلِ ہما

کھلا دروازہ میرے دل پہ از بس اور عالم کا
بلند و پست سب ہموار ہیں اپنی نگاہوں میں
گلستانِ جہاں کی دید کیجے چشمِ عبرت سے
چمن میں باغباں سے صبح کو کہتی تھی یہ بلبل

نہ اندیشہ ہی شادی کا مجھے نے فکر ہی غم کا
برابر ساز میں ہوتا ہے جوں سر زیر اور بم کا
کہ ہر اک سروِ قد ہی اس چمن میں نخلِ ماتم کا
گلوں کے منہ پہ یوں چڑھتی ہے دیدہ دیکھ شبنم کا

نہیں مذکورِ شاہاں درد ہرگز اپنی مجلس میں
کبھو کچھ ذکر آیا بھی تو ابراہیم ادہم کا

سینہ و دل حسرتوں سے چھا گیا
تجھ سے کچھ دیکھا نہ ہم نے جز جفا

بس ہجومِ یاس - جی گھبرا گیا —
پر وہ کیا کچھ ہے کہ جی کو بھا گیا —

کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں مری
جی میں یہ کس کا تصوّر آگیا

میں نے تو ظاہر نہ کی تھی دل کی بات
پر مری نظروں کے ڈھب سے پا گیا

پی گئی کتنوں کا لوہو تیری یاد
غم تیرا کتنے کلیجے کھا گیا

مٹ گئی تھی اُس کے جی سے تو جھجک
درد کچھ بک بک کے تو چونکا گیا

دنیا میں کون کون نہ یک بار ہو گیا
پر مُنہ پھر اس طرف نہ کیا اُس نے جو گیا

پھرتی ہے میری خاک صبا در بدر لیے
اے چشم اشکبار یہ کیا تجھ کو ہو گیا

آگاہ اس جہاں سے نہیں غیر بیخوداں
جاگا وہی ادھر سے جو موند آنکھ سو گیا

طوفانِ نوح نے تو ڈُبائی زمیں فقط
میں ننگِ خلق ساری خدائی ڈبو گیا

برہم کہیں نہ ہو گل و بلبل کی آشتی
ڈرتا ہوں آج باغ میں وہ تند خو گیا

واعظ کسے ڈرائے ہے یوم الحساب سے
گریہ مرا تو نامۂ اعمال دھو گیا

پھوٹے گی اس زبان میں بھی گلزارِ معرفت
یاں میں زمینِ شعر میں یہ تخم بو گیا

آیا نہ اعتدال پہ ہرگز مزاجِ دہر
میں گرچہ گرم و سرد زمانہ سمو گیا

اے درد جس کی آنکھ کھلی اس جہان میں
شبنم کی طرح جان کو اپنی وہ رو گیا

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

مرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ
کہ جس کو کسو نے کبھو وا نہ دیکھا

یگانہ ہے تو آہ بیگانگی میں
کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں
ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

کیا مجھ کو داغوں نے سروِ چراغاں — کبھو تو نے آکر تماشا نہ دیکھا

تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے — ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا

حجابِ رخِ یار تھے آپ ہم ہی — کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا

شب و روز اے درد درپے ہو اس کے —
کسو نے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

نشہ کیا جانے وہ کہنے کو مے آشام ہے شیشا
جہاں میں دختِ رز سے عبث بدنام ہے شیشا

صراحی و کدو تک خلق اے ساقی بھرے لے ہے
مگر اپنا ہی خالی جوں دلِ ناکام ہے شیشا

شب و روز اس طرح گزرے ہے اپنی تو نہ پوچھو کچھ
صراحی صبح کو گر ہاتھ ہے تو شام ہے شیشا

نگاہِ مستِ ان آنکھوں کی ٹک ایدھر بھی ہو ساقی
کہ ہم کم حوصلہ کے حق میں ہر اک جام ہے شیشا

نہ ہو گل گل شگفتہ کیونکہ دل اے درد مستوں کا
مے گلگوں کی دولت سر بسر گلفام ہے شیشا

تو بن کہے گھر سے کل گیا تھا — اپنا بھی تو جی نکل گیا تھا

اب دل کو سنبھالنا ہے مشکل — اگلے دنوں کچھ سنبھل گیا تھا

آنسو مرے جن آنکھوں نے پونچھے — کل دیکھ رقیب جل گیا تھا

پھر ہونے لگا یہ دل تو نے چین — کتنے روزوں بہل گیا تھا

بارے پھر مہرباں ہوا ہے — نے طرح سے کچھ بچل گیا تھا

شب ٹک جو ہوا تھا وہ ملایم — اپنا بھی تو جی پگھل گیا تھا

میں سامنے سے جو مسکرایا
ہونٹھ اس کا بھی درد ہل گیا تھا

WWW.NAFSEISLAM.COM

یوں ہی ٹھہری کہ ابھی جائیے گا
پھر شتابی تو بھلا آئیے گا

جی کی جی ہی میں نہ رکھ جائیے گا
بات جو ہوگی سو فرمائیے گا

رُخ ہمارا بھی اگر پائیے گا
تو تو مُنہ اپنا بھی دکھلائیے گا

میں جو پوچھا کبھو آوگے کہا
جی میں آجاوے گا تو آئیے گا

کیونکہ گزرے گی بھلا دیکھوں ہوں
گر اسی طرح سے شرمائیے گا

میں خدا جانے یہ کیا دیکھوں ہوں
آپ کچھ جی میں نہ بھرمائیے گا

میرے ہونے پہ عبث رکتے ہو
پھر اکیلے بھی تو گھبرائیے گا

پوچھ کر حال تو پھر سُنتے نہیں
بس مجھے اور نہ بکوائیے گا

کہیں لوگوں میں بھلا ہم کو بھی
پھر تو چلتے نظر آجائیے گا

زلف میں دل کو تو اُلجھاتے ہو
پھر اسے آپ ہی سلجھائیے گا

خدمت اوروں ہی کو فرماتے ہو
کبھو بندے کو بھی فرمائیے گا

قتل تو کرتے ہو مجھ کو لیکن
بہت سا آپ ہی پچھتائیے گا

حرم و دیر تو ہم چھان چُکے
کہیں اُس کا بھی نشاں پائیے گا

درد ہم اس کو تو سمجھائیں گے پر
اپنے تئیں آپ بھی سمجھائیے گا

بظاہر کہیں غنچہ دل سے ملا تھا
گل اُس کا گریبان و دستِ قضا تھا

تمنا مرخص ہوئی نااُمیدی
یہ کیا ہوگیا اور مرے دل میں کیا تھا

جو اس طرح غیروں سے ملتا پھرے ہے
کبھی تو ہمارا بھی وہ آشنا تھا

کہا میں مرا حال تم تک بھی پہونچا
کہا تب اچنبا سا کچھ میں سُنا تھا

بُرائی تری کچھ نہیں بات کیا ہے
مرا دل ہی یہ میرے حق میں بُرا تھا

WWW.NAFSEISLAM.COM

تم آ کر جو پہلے ہی مجھ سے ملے تھے	نگاہوں میں جادو سا کچھ کر دیا تھا

بلائیں جو کچھ اُس کے ملنے سے دیکھیں
نہ ملتے تو اے درد اس سے بھلا تھا

اپنا تو نہیں یار میں کچھ یار ہوں تیرا	تو جس کی طرف ہووے طرفدار ہوں تیرا
کرتا نہ پھرے جی نہ کرتا تیری بلا سے	اپنا تو نہیں غم مجھے غمخوار ہوں تیرا
تو چاہے نہ چاہے مجھے کچھ کام نہیں ہے	آزاد ہوں اس سے بھی گرفتار ہوں تیرا
تو ہووے جہاں مجھ کو بھی ہونا وہیں لازم	تو گل ہے مری جان تو میں خار ہوں تیرا
ہے عشق سے میرے ہی ترے حسن کا شہرہ	میں کچھ نہیں پر گرمیٔ بازار ہوں تیرا
میری بھی طرف تو کبھی آ جا مرے یوسف	بوڑھیا کی طرح میں بھی خریدار ہوں تیرا

اے درد تجھے کچھ نہیں اب اور تو آزار
اُس چشم سے کہدینا کہ بیمار ہوں تیرا

WWW.NAFSEISLAM.COM

تو کب تئیں مجھ ساتھ مری جان ملے گا	ایسا بھی کبھو ہوگا کہ پھر آن ملے گا
چلیے کہیں اُس جا پہ کہ ہم تم ہوں اکیلے	گوشہ نہ ملے گا کوئی میدان ملے گا
شیوہ نہیں اپنا تو عبث ہرزہ یہ بکنا	کچھ بات کہیں گے جو کوئی کان ملے گا
رو بیٹھے گا میری ہی طرح دین کو اپنے	کافر جو ترے ساتھ مسلمان ملے گا
نزدیک ہی پر اپنے بلانے سے کب آوے	مل جائے گا تو دور سے پہچان ملے گا
یوں وعدے ترے دل کی تسلی نہیں کرتے	تسکین تبھی ہووے گی تو جس آن ملے گا

اے درد کہا میں نے ملو جس سے کہ چاہو
کہنے لگا تجھ سا کوئی انسان ملے گا

سحر ہوتے ہی اٹھ کر وہ جو گھر سے باہر آ نکلا
ادھر ہی اتفاقاً پھرتے پھرتے میں بھی جا نکلا

مرے دل کو جو تو ہر دم بھلا اتنا ٹٹولے ہے
تصور کے سوا تیرے، بتا تو اس میں کیا نکلا

بیاں اپنا حال کہہ سارا جو پوچھا وعدہ آنے کا
کہا سن سن کے سب باتوں کو آخر مدعا نکلا

مری تعریف کی تھی اس سے بعضوں نے سو وہ سن کر
لگا کہنے جو سنتے تھے وہ اپنا آشنا نکلا

ملے ہیں دردؔ اس کے ساتھ تو دیکھا خوبی سے
گھمنڈ اس کے جو تھا جی میں سو اب تنہا گیا نکلا

ترے کہنے سے میں ازبسکہ باہر ہو نہیں سکتا
ارادہ صبر کا کرتا تو ہوں پر ہو نہیں سکتا

کہا جب میں ترا بوسہ تو جیسے قند ہے پیارے
لگا تب کہنے پر قندِ مکرّر ہو نہیں سکتا

دلِ آوارہ الجھے یاں کسو کی زلف سے یارب
علاج آوارگی کا اس سے بہتر ہو نہیں سکتا

مری بے صبریوں کی بات سن سب سے وہ کہتا ہے
تحمل مجھ سے بھی تو حال سن کر ہو نہیں سکتا

کرے کیا فائدہ ناچیز کو تقلید اچھوں کی
کہ جم جانے سے پگھلا اولا تو گوہر ہو نہیں سکتا

نہیں چلتا ہے کچھ اپنا تو تیرے عشق کے آگے
ہمارے دل پہ کوئی اور تو ڈر ہو نہیں سکتا

ق
کہا میں یوں تو ٹل جاتے ہو آ کر بعد مدت کے
اگرچہ ہو تو یہ کیا تم سے اکثر ہو نہیں سکتا

لگا کہنے سمجھ اس بات کو ٹک تو کہ جلد اتنا
ترے گھر آنے جانے میں مرا گھر ہو نہیں سکتا

بچوں کس طرح میں اے دردؔ اس کی تیغ ابرو سے
کہ جس کے سامنے آ کوئی جاں بر ہو نہیں سکتا

جب تلک ہے دل کے شیشے میں رنگ امتیاز کا
ہے اے پری تجھی تئیں آئینہ ناز کا

جس کے جناب سے یہ سبھی ناز ہیں نیاز
دامن ہے ہاتھ میں مرے اس بے نیاز کا

ہے کوتہی اجل کی طرف سے ہی ورنہ میں
اک عمر سے اسیر ہوں زلفِ دراز کا

اے درد اس جہان میں آکر صدائے غیب
بے پردہ ہووے جس سے وہ پردہ ہے سازکا

گل و گلزار خوش نہیں آتا
باغ بے یار خوش نہیں آتا
اے جنوں جیب میں ترے ہاتھوں
ایک بھی تار خوش نہیں آتا
کیا جفا کے سوا تجھے کچھ اور
اے ستمگار خوش نہیں آتا

درد ہم کو یہ رات دن تیرا
نالۂ زار خوش نہیں آتا

بھرا مے سے نہیں یہ نور سے معمور ہے شیشا
تجلّی پر نظر کر اُس کی کوہِ طور ہے شیشا
شتابی میکدہ میں آ کہیں تجھ بن کہ اے ساقی
پڑا ہے جام بے کیفیت و مخمور ہے شیشا
بغل میں اپنی بیٹھا ہے لیئے یہ دخترِ رز کو
نہ پوچھو اُس کو مینا- دانۂ انگور ہے شیشا

بچا یا محتسب کے ہاتھ سے اے درد میں لیکن
مرے دل کی طرح میری بغل میں چور ہے شیشا

اے شانہ تو نہ ہو، جو- دشمن ہمارے جی کا
کہیں دیکھیو نہ ہووے زلفوں کا بال بیکا
پھیلا ہے کفر پاں تک کافر ترے سبب سے
شمع حرم بھی دے ہے ماتھے پہ اپنے ٹیکا
گذرا تھا بعد مدت وہ سامنے سے ہوکر
اے کوتہیِ نالہ یہ وقت تھا گئے
جوں شمع تو نے جیدھر نظریں اُٹھا کے دیکھا
پروانہ وار- جی ہی جاتا رہا گئے

تو بھی نہ اگر ملا کرے گا
عاشق پھر جی کے کیا کرے گا
اپنی آنکھوں اُسے میں دیکھوں
ایسا بھی کبھو خدا کرے گا

WWW.NAFSEISLAM.COM

اگر ہیں یہی ڈھنگ تیرے ظالم
دیکھیں گے کوئی وفا کرے گا

اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا
پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسو نے سنا نہ تھا

چٹکا عبث نہیں کوئی غنچہ چمن میں آہ
اے توسن بہار تجھے تازیانہ تھا

باور نہیں ابھی تجھے غافل یہ عنقریب
معلوم ہووے گا کہ یہ عالم فسانہ تھا

حال یہ کچھ تو ہے اب دل کی توانائی کا
کہ یہ طاقت نہیں یوں نام شکیبائی کا

اے شب ہجر نہیں ہے یہ سیاہی تیری
خون گردن پہ ترے ہے کسی سودائی کا

نام سنتا نہیں زاہد تری حرمت کا کوئی
شور ایسا ہی جہاں میں مری رسوائی کا

کہاں کا ساقی اور مینا کدھر کا جام و پیمانا
مثال زندگی بھر لے اب اپنا آپ ہی پیمانا

کسو سے کیا بیاں کیجے اس اپنے حال ابتر کو
دل اس کے ہاتھ دے بیٹھے جسے جانا نہ پہچانا

نظر جب دل پہ کی دیکھا تو مسجد ہے خلائق ہے
کوئی کعبہ سمجھتا ہے کوئی سمجھے ہے بت خانا

اے شمع رو دبسکہ ترا انتظار تھا
میں ایک سا ہی شعلہ صفت بے قرار تھا

ظالم یہ صید دل سر فتراک سے ترے
اس وقت سے بندھا ہے کہ تو نے سوار تھا

مدت کے بعد خط سے یہ ظاہر ہوا کہ عشق
تیری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا

وہ دن کدھر گئے کہ ہمیں بھی فراغ تھا
یعنی کبھو تو اپنے بھی دل کا دماغ تھا

جلتا ہے اب پڑا خس و خاشاک میں ملا
وہ گل کہ ایک عمر چمن کا چراغ تھا

گذرا ہوں جس خرابے پہ کہتے ہیں واں کے لوگ
ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا یہ باغ تھا

رباعیات

کچھ کشش نے تری اثر نہ کیا
تشنگی اور بھی بھڑکتی گئی
تجھ کو اے انتظار دیکھ لیا
جوں جوں میں اپنے آنسوؤں کو پیا

زلفوں میں کسو کی جو گرفتار نہ ہوتا
مرنا ہی لکھا ہے مری قسمت میں عزیزاں
کچھ کام مجھے تجھ سے شب تا نہ ہوتا
گر زندگی ہوتی تو یہ آزار نہ ہوتا

ایک تو ہوں شکستہ دل تس پہ یہ جور یہ جفا
جان کے بدلے میرے ساتھ وعدہ اک نگاہ تھا
سختی عشق واہ وا! جی نہ ہوا ستم ہوا
سو بھی نہ تجھ سے ہو سکا مفت ہی مفت جی لیا

جلوہ تو ہر اک طرح کا ہر شان میں دیکھا
جوں غنچہ بجز اک دلِ صد چاک نہ پایا
جو کچھ کہ سنا تجھ میں سو انسان میں دیکھا
منہ ڈال کے جب اپنے گریبان میں دیکھا

ناصح میں دین و دل کے تئیں اب تو کھو چکا
زاہد کیا کرے ہے وضو گو کہ روز و شب
حاصل نصیحتوں سے جو ہونا تھا ہو چکا
چاہیے کہ دل سے دھوئے کدورت سو دھو چکا

مذکور جانے بھی دو ہم دل تپیدگاں کا
موج نسیم کو ہے زنجیر بوئے گل کی
احوال کچھ نہ پوچھو آفت رسیدگاں کا
دامن نہ چھو سکے پر از خود رمیدگاں کا

افراد

دیکھ کر حالِ پریشاں عاشقِ ناشاد کا
یاں کے معشوقوں سے رسم زلف ابتری ہی پڑ اٹھا

WWW.NAFSEISLAM.COM

محبت نے ہم کو ثمر جو دیا | سو یہ ہے کہ سب کام سے کھو دیا
شکوہ تجھے کس سے ہے گلہ کس سے یہ ٹھانا | مانند فلک اپنی ہی گردش ہے زمانہ
ہم نے چاہا بھی پر اس کوچہ سے آیا نہ گیا | واں سے جوں نقشِ قدم دل تو اٹھایا نہ گیا
فلک پر کون کہتا ہے گزر آہِ سحر کرنا | جہاں جی چاہے اس پر جا کسی دل میں اثر کرنا
غل مری زنجیر نے رفتار میں ایسا کیا | حشر کو بھی شور جو ہونا نہ تھا برپا کیا
بیوپار خلق کرتی ہے اپنے کمال کا | یہ آئینہ ہے جلوہ فروش اس جمال کا
خط کے آنے سے ہوا معلوم جاناں حسن کا | تو خطوں نے اب نکالا پیش خانہ حسن کا
مخالف کٹ گئے سنتے ہی مجلس میں سخن میرا | زباں کا اب ہوا معلوم جوہر تیغ ہے گویا
بارے مجھے بتا تو ہی کیا سبب ہوا | پھر مجھ پہ مہرباں ہوا تو غضب ہوا
گلہ کرتا نہیں کچھ میں تری نامہربانی کا | نہ مجھے شکوہ ہے اے ظالم اپنی سخت جانی کا
رسوائیاں اٹھائیں جور و عتاب دیکھا | عاشق تو ہم ہوئے پر کیا کیا عذاب دیکھا

آشیانے میں درد بلبل کے
آتشِ گل سے آج پھول پڑا

ردیف (ب)

تھا عدم میں بھی مجھے اک پیچ و تاب | مضطرب ہوں جس طرح موجِ سراب
نے بضاعت ہیں سب اہلِ رزق برق | چشمۂ خورشید میں کیدھر ہے آب
موت ہے آسایشِ افتادگاں | چشمِ نقشِ پا کو ہٹ جاتا ہے خواب
کیوں نہ ہو شرمندۂ روئے زمیں | سیلِ اشک ایسا نہیں خانہ خراب

ہی تنک ظرفوں کو بیجا مے کشی
چل نہ جاویں ہیں جو صاحب حوصلہ
ہنستے ہیں کوئی کہو دل مردگاں

جام مے کب ہو سکے جام حباب
پاے خم لغزش میں کب لاوے شراب
گور کے لب پر تبسم کیا حساب

مے کشاں کرنے لگے محنت کشی
درد ہوتا ہی دل یاراں کباب

ردیف (ت)

وہ مو کمر کہیں تو ہوا بے حجاب رات
ہم روسیاہ دن کو تو کیا منہ دکھا سکیں
تیری گلی میں ای بت بے مہر دن کی طرح
واں تم تو اپنے خوش ہے ہو گئے پر کیا کہوں
تو شام سے جو ای مرے خورشید رو گیا

تھا مثل زلف دل کو عجب پیچ و تاب رات
چوں شمع چاہتے ہیں کہ ہو وے شتاب رات
لایا تھا پھر مجھے دل خانہ خراب رات
گزرا ہی میرے جی پہ جو کچھ یاں عذاب رات
انجم کی طرح آیا نہ آنکھوں میں خواب رات

میرے گناہ آتے ہیں کوئی شمار میں
ای درد میں نے جی میں کیا تھا حساب رات

زاہد اگر نہیں کی تو نے کسو سے بیعت
زلف بتاں سے کرنا ہی وقت دستگیری
گو کھینچ کھینچ چلے جان اپنی شیخ کھو دے

پیر مغاں کہاں کہ کروں دست سبو سے بیعت
اس سلسلہ میں کی ہی دل نے کسو سے بیعت
کوئی زندہ دل کرے ہی اس کو وضو سے بیعت

ردیف چ

جانیے کس واسطے ای درد میخانے کے بیچ
اور ہی مستی ہی اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

آئینہ کی طرح غافل کھول چھاتی کے کواڑ
دیکھ تو ہے کون بارے تیرے کاشانے کے بیچ

سیرِ باغ و بوستاں تو ہے میسّر ہر گھڑی
آئیے گا ہے فقیروں کے بھی کاشانے کے بیچ

جو مرے ہیں مر گئے ہیں سو ہم سے پوچھا چاہیے
کون جانے آہ کیا لذّت ہے مرجانے کے بیچ

عقدۂ دل کھول مثلِ قطرۂ ناداں کب تلک
جوں گہر غلطاں رہے گا آب و دانے کے بیچ

پیچ و تاب اتنا جو ہے یاں اس دلِ صد چاک کو
زلفُ الجھی ہے کسو کی ظاہرا شانے کے بیچ

بخت خواب آلودنے میرے سلایا اس کو درد
ورنہ چونکا تھا ہی افسوں میں نے افسانے کے بیچ

ذکر جب چلے ہے مرا انجمن کے بیچ
کچھ آپ ہی آپ سوچ وہ رہتا ہے من کے بیچ

اے بے خبر تو آپ سے غافل نہ بیٹھ رہ
جوں شعلہ یاں سفر ہے ہمیشہ وطن کے بیچ

تجھ کو نہیں ہے دیدۂ بینا وگرنہ یاں
یوسف چھپا ہے آن کے ہر پیرہن کے بیچ

سودا اگرچہ درد تو خاموش ہے ولے
جوں غنچہ سو زباں ہیں اُس کے دہن کے بیچ

درد جو آتا نہیں اب تو نظر ظاہر کے بیچ
چھپ رہا ہوگا کسو کے گوشۂ خاطر کے بیچ

ردیف (ر)

کیونکر میں خاک ڈالوں سوزِ دلِ تپاں پر
مانند شمع میرا کب حکم ہے زباں پر

ہیں کس طرح بتوں کے لا سامنے جھکادوں
دل تو دماغ اپنا کھینچے ہے آسماں پر

کب اختیار اپنا جوں گل ہے اس چمن میں
گلچیں سے کیا چلے ہے - یا زور باغباں پر

چاہے ہے کہ بات جی کی منہ پر نہ میرے آوے
اپنے دہن کو لاکر رکھدے مرے دہاں پر

میں جانتا نہیں ہوں بیٹھے بٹھائے یارب
یوں آپڑی کہاں سے آفت یہ میری جاں پر

تارِ نگہ پہ دل یاں دونوں طرف سے دوڑے
دو نٹ مقابل آویں جس طرح ریسماں پر

اے دردؔ یار جیسا ہووے سو ہے غنیمت
اتنا بھی جی نہ رکھیے ہر وقت امتحاں پر

ساقی ہے چڑھا آج تو یہ رنگ گھٹا پر
شیشہ ہو گرے پھینکیے گر سنگ ہوا پر

ہے اور ہی جلوے کی غرض بوقلمونی
یہ قوس قزح کا نہیں نیرنگ ہوا پر

گھبرا کے دل تنگ جو کوئی سانس نکالے
اک دم میں ہو عرصہ تو ابھی تنگ ہوا پر

جوں کاغذ بادِ اہلِ ہوس پیچ میں ہیں گے
رہتی ہے سدا ان کے تئیں جنگ ہوا پر

مانندِ جہاں آہ تنک ظرف جہاں کے
یاں کرتے ہیں سر کھینچنے کے ڈھنگ ہوا پر

ہر دم دل بیتاب مرا درد کرے ہے
جوں نغمہ نکل آئے گا آہنگ ہوا پر

اس قدر تھا یا کرم یا ظلم رانی اس قدر
مہربانی اس قدر نامہربانی اس قدر

جان کو تنے دے لب تک نزع میں کب تک ہوں
دشمنی مجھ سے نہ کر اے ناتوانی اس قدر

کیا کہوں دل کا کسو سے قصۂ آوارگی
کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

دردؔ تو کرتا ہے معنی کے تئیں صورت پذیر
دست رس رکھتے تھے کب بہزاد مانی اس قدر

مشہور خلق میں نہیں اپنے کمال کر
بکتا ہوں مثل آئنہ اور ہی جمال کر

آنکھیں تو آنسوؤں سے کبھی تر ہوئیں نہیں
ٹک تو بھی اے جبین عرق انفعال کر

WWW.NAFSEISLAM.COM

حیرت ہی یہ کہ تجھ سے ستمگر کے ہاتھ ہیں
آنکھوں نے دل کو کیونکر دیا دیکھ بھال کر

ای درد کر تاک آئینۂ دل کو صاف تو
پھر ہر طرف نظارۂ حسن و جمال کر

فرد

ہنس قبر پہ میری کھل کھلا کر
یہ پھول چڑھا کبھی تو آکر

ردیف (ز)

کیا ہوا مر گئے آرام ہی دشوار ہنوز
جی میں تڑپے ہی بڑی حسرتِ دیدار ہنوز
ہر لب زخم نمک سود ہی گو مثل سحر
شکوہ آلود نہیں پر لب اظہار ہنوز
کر چکا اپنی سی عیسی بھی تو پر کیا حاصل
ہیں گے ویسے ہی تری چشم کے بیمار ہنوز
موڑ یو منہ نہ ابھی سوزنِ مژگاں ہم سے
ٹانکے زخموں میں تو ہیں کتنے ہی درکار ہنوز
ہی خیال اُس کی ہی زلفوں کا دم آخر بھی
بندہ رہا ہی مری نظروں میں وہی تار ہنوز
اور تو چھوٹ گئے مر کے بھی ای کنج قفس
ایک ہم ہی رہے ہر طرح گرفتار ہنوز

یار جاتا تو رہا نظروں سے کب کا لیکن
دل میں پھرتی ہی مرے درد وہ رفتار ہنوز

لیتا نہیں کبود کی اپنے عناں ہنوز
پھرتا ہی کس تلاش میں یہ آسماں ہنوز
ہی بعدِ مرگ بھی وہی آہ و فغاں ہنوز
لگتی نہیں ہی تالو سے میری زباں ہنوز

موجود پوچھتا نہیں کوئی کسو کے تئیں
تو حید تو بھی ہوتی نہیں ہے عیاں ہنوز

سو سو طرح کی ہجر میں جاتی ہے جاں کنی
مرتا نہیں ہوں تو بھی تو میں سخت جاں ہنوز

ہر چند کہنہ سال ہے دنیا تو کس قدر
آتی ہے پر نظر میں سبھوں کی جواں ہنوز

کعبے میں درد آپ کو لایا ہوں کھینچکر
دل سے گیا نہیں ہے خیالِ بتاں ہنوز

رباعی

کوہ کن سے نہ بول ای پرویز
اس کے تیشہ کی بھی زباں ہے تیز

ساقی اب سب پکارتے ہیں گے
تیرے ہاتھوں سے ہاں بریز بریز

ہر میں مرے وہ سیمبر آیا نہیں ہنوز
مقصود میرے دل کا بر آیا نہیں ہنوز

ردیف (س)

WWW.NAFSEISLAM.COM

نہ کیا تو نے ایک بار افسوس
حال پہ میرے صد ہزار افسوس

جو کہ ہونا تھا دل پہ ہو گزرا
نہ کر ای درد بار بار افسوس

(ردیف ط)

کرتا رہا میں دیدۂ گریاں کی احتیاط
پر ہو سکی نہ اشک کے طوفاں کی احتیاط

خارِ مژہ پڑے ہیں مری خاک میں ملے
ای دشت اپنے کیجیو داماں کی احتیاط

جوشِ جنوں کے ہاتھ سے فصلِ بہار میں
گل سے بھی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط

تیرے ہی دیکھنے کے لیے آئنہ کی طرح
کرتا ہوں اپنے دیدۂ حیراں کی احتیاط
دل کے تئیں گرہ سے کبھو کھولتی نہیں
ہے زلف کو بھی اپنے پریشاں کی احتیاط

داغوں کی اپنے کیوں نہ کرے دردؔ پرورش
ہر باغباں کرے ہے گلستاں کی احتیاط

ردیف (غ)

لایا نہ تھا جو آج تئیں ہاتھ سوے تیغ
وابستہ میرے قتل سے تھی آبروے تیغ
ناچار مجھ سے اس سے تو قطع کلام ہے
کرتا نہیں وہ بات سوا گفتگوے تیغ
کیجے نہ قتل اہلِ وفا جتنے ہیں یہ سب
بارے کہیں ٹھکانے لگے جستجوے تیغ
جانباز اور بھی ہیں پر اے ابروانِ یار
میری طرح نہ ٹھہرے کوئی آبروے تیغ
پیاسی مرے لہو کی وہ رہتی ہے دم بدم
بر لائیے کبھو تو میاں آرزوے تیغ
کوئی مزا جداں نہ ہوا آج تک مگر
اک اُس کی خوے تند سے ملتی ہے خوے تیغ

اے دردؔ مثلِ زخم زمانے کے ہاتھ سے
دیکھا نہ آنکھ کھول کے ہم غیر روے تیغ

ردیف (ف)

اے دردؔ ایک خلق ہے جانانہ کی طرف
لازم ہے کھینچیے دلِ دیوانہ کی طرف

ردیف (ک)

پیغامِ یاس بھیج نہ مجھ نے قرار تک
ہوں نیم جان سو بھی ترے انتظار تک

دے وہ شراب ساقی کہ تا روزِ رستخیز
جس کے نشے کا کام نہ پہونچے خمار تک

صبا داب رہائی سے کیا مجھ اسیر کو
پھر کس کو زندگی کی توقع بہار تک

نے قدر مے کشی ہوئی عالم میں یاں تئیں
ہے صَرفِ شیشہ شیخ کے سنگِ مزار تک

راہِ عدم میں درد دیں اتنا ہوں جلد رَو
پہونچا صبا کا ہاتھ نہ میرے غبار تک

رباعیات

پھرتا رہا میں سعی میں اک عمر جوں فلک
بختِ سیاہ پر نہ پھرے میرے اب تلک
چونکا ہوں درد جب سے اُسے دیکھ خواب میں
لگتی نہیں ہے تب سے پلک سے مری پلک

نہیں میرے تئیں کسی کا باک
اب گریباں ہے ہاتھ ہے اور چاک
گرد تو ہو گئے ترے عاشق
کیا ستم ہو زیادہ اس سے خاک

ردیف (ل)

کچھ دل ہی باغ میں نہیں تنہا شکستہ دل
ہر غنچہ دیکھتا ہوں تو ہے گا شکستہ دل
ہاتھوں سے محتسب کے ہیں اب میکدہ کے بیچ
ساغر شکستہ خاطر و مینا شکستہ دل

WWW.NAFSEISLAM.COM

شادی کی اور غم کی ہے دنیا میں ایک شکل
گل کو شگفتہ دل کہو تم یا شکستہ دل

یارب درست گو نہ رہوں تیرے عہد پر
بندہ سے پر نہ ہو کوئی بندا شکستہ دل

کی جس کی جوں حباب زمانے نے دل دہی
چھوڑا نہ پھر اُسے نہ کیا تا شکستہ دل

لازم ہے گوشۂ شکن زلف میں تری
ظالم کوئی پڑا رہے مجھسا شکستہ دل

سب خونِ دل ٹپک ہی گیا بوند بوند کر
اے دردؔ بسکہ عشق سے میں تھا شکستہ دل

بارے یہ داغِ عشق ہوا شہر یارِ دل
مدّت سے بے چراغ پڑا تھا دیارِ دل

تیری کہیں گلی کے گیا تھا خیال میں
کرتا ہوں اب تلک میں پڑا انتظارِ دل

اُٹھتا ہے بعد مرگ بھی مانند گردباد
اے دردؔ خاک سے مری اب تک غبارِ دل

ردیف (م)

WWW.NAFSEISLAM.COM

حیران آئینہ وار ہیں ہم
کس سے یارب دوچار ہیں ہم

پانی پہ نقش کب ہے ایسا
جیسے ناپائدار ہیں ہم

ساقی کدھر ہے کشتیِ مے
اب کے کھیوے میں پار ہیں ہم

جی بھی پہنچا کبھو نہ اپنا
اتنے زار و نزار ہیں ہم

اوروں کے گو ہیں سرمۂ چشم
اپنے دل کے غبار ہیں ہم

کوئی کیونکر نظر میں لاوے
رشکِ چشمِ شرار ہیں ہم

آتش میں ہیں۔ پہ مثلِ شعلہ
از سر تا پا بہار ہیں ہم

چشمِ عبرت سے دیکھ ادھر
نقشِ لوحِ مزار ہیں ہم
جیدھر گزرے پھرے ادھر سے
آوازۂ کوہسار ہیں ہم
از بس کہ ہیں محوِ لاتعین
ہر جا نئے اعتبار ہیں ہم
مجنوں ہو خواہ کوہ کن ہو
عاشق کے دستدار ہیں ہم
اپنے ملنے سے منع مت کر
اس میں بے اختیار ہیں ہم
ق
یوں تو عاشق بہت ہیں لیکن
اس طور کے کتنے یار ہیں ہم

مجنوں، فرہاد، درد، وامق
ایسے یہ دو ہی چار ہیں ہم

ابھی ترے در سے گر گئے ہم
پھر یہ بھی سمجھ کہ مر گئے ہم
جوں نورِ نظر ترا تصوّر
تھا پیشِ نظر جدھر گئے ہم
جز اہلِ صفا بتا تو جوں عکس
ای آئینہ کس کے گھر گئے ہم
کس نے یہ ہمیں بھلا دیا ہے
معلوم نہیں کدھر گئے ہم
تھا عالمِ جبر کیا بتائیں
کس طور سے زیست کر گئے ہم
ق
جس طرح ہوا اسی طرح سے
پیمانۂ عمر بھر گئے ہم

افسوس کہ درد اس کو جب تک
ہووے ہی خبر گزر گئے ہم

کچھ لا نہ سکے کہ کھو گئے ہم
تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم
جوں آئینہ جس پہ یاں نظر کی
ساتھ اپنے دو چار ہو گئے ہم
ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر
اپنے تئیں آپ رو گئے ہم

ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا
پھر کھلتے ہی آنکھ سو گئے ہم

یاروں ہی سے درد ہی یہ چرچا
پھر کوئی نہیں ہی جو سگئے ہم

چمن میں صبح یہ کہتی تھی ہو کر چشم تر شبنم
عرق کی بوند اس کی زلف سے رخسار پر ٹپکی
ہمیں تو باغ تجھ بن خانۂ ماتم نظر آیا
کرے ہی کچھ سے کچھ تاثیر صحبت صاف طبعوں کی
بھلا ٹک صبح ہونے دو اسے بھی دیکھ لیویں گے
نہیں اسباب کچھ لازم سبکساروں کے اٹھنے کو
نہ پایا جو گیا اس باغ میں اصلا سراغ اس کا

بہار باغ تو یوں ہی رہی لیکن کدھر شبنم
تعجب کی ہی جاگہ یہ پڑی خورشید پر شبنم
ادھر گل پھاڑتے تھے جیب روتی تھی ادھر شبنم
ہوئی آتش سی گل کے بیٹھتے رشک شرر شبنم
کسی عاشق کے رونے سے نہیں رکھتی خبر شبنم
گئی اڑ دیکھتے اپنے بغیر از بال و پر شبنم
نہ پلٹی پھر صبا ایدھر نہ پھر آئی نظر شبنم

نہ سمجھا درد ہم نے بھید یاں کی شادی و غم کا
سحر خنداں ہی کیوں روتی ہی کس کو یاد کر شبنم

رباعی

کیا کہیں سوئے فنا کس طور کر جاتے ہیں ہم
ہی کسے جوں شعلۂ ظالم آہ تاب انتظار
شمع کے مانند سر کے بھل ادھر جاتے ہیں ہم
جب تلک دیکھے ادھر تو یاں گزر جاتے ہیں ہم
خلق میں ہیں پر جدا سب خلق سے رہتے ہیں ہم
تال کی گنتی سے باہر جس طرح رو پک میں ہم

ردیف (ن)

گلیم بخت سیہ سایہ دار رکھتے ہیں
یہی بساط میں ہم خاکسار رکھتے ہیں

بسانِ کاغذِ آتش زدہ مرے گلرو / تیرے جلے بُھنے اور ہی بہار رکھتے ہیں

یہ کس نے ہم سے کیا وعدۂ ہم آغوشی / کہ مثلِ بحر سراسر کنار رکھتے ہیں

ہمیشہ فتح نصیبی ہمیں نصیب رہے / جو کچھ کہ اپنے ہی جی میں سو مار رکھتے ہیں

بلا ہے نشۂ دنیا کہ تا قیامت آہ! / سب اہلِ قبر اسی کا خمار رکھتے ہیں

جہاں کے باغ سو ہم دل سوا نہ پھل پایا / فقط یہی ثمرِ داغدار رکھتے ہیں

اگرچہ دخترِ رز کے ہیں محتسب درپے / جو ہو سو ہو پر اسے اب تو یار رکھتے ہیں

برنگِ شعلۂ غمِ عشق ہم سے روشن ہے / کہ بے قراری کو ہم برقرار رکھتے ہیں

ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تجھ پر / مگر یہ زندگیِ مستعار رکھتے ہیں

فلک سمجھ تو سہی ہم سے اور گلوگیری / یہ ایک جیب ہے سو تار تار رکھتے ہیں

بتوں کے جبر اُٹھائے ہزار ہا ہم نے / جو اس پہ بھی نہ ملیں اختیار رکھتے ہیں

بھری ہے آکے جنھوں میں ہوائے آزادی / حباب وار کلہ بھی اُتار رکھتے ہیں

نہ برق ہیں نہ شرر ہم نہ شعلہ نے سیماب / وہ کچھ ہیں پر کہ سدا اضطرار رکھتے ہیں

جنھوں کے دل میں جگہ کی ہے نقشِ عبرت نے / سدا نظر میں وہ لوحِ مزار رکھتے ہیں

ہر ایک سنگ میں ہے شوخیِ بتاں پنہاں / خنک ہیں سب پہ دل میں شرار رکھتے ہیں

وہ زندگی کی طرح ایک دم نہیں رہتا
اگرچہ دردؔ سے ہم ہزار رکھتے ہیں

WWW.NAFSEISLAM.COM

مژگانِ نم ہوں یار کے تاکِ بریدہ ہوں / جو کچھ کہ ہو سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی / افتادہ ہوں پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہوں

ہر شام مثلِ شام ہوں میں تیرہ روزگار / ہر صبح مثلِ صبح گریباں دریدہ ہوں

کرتی ہے بوئے گل تو مرے ساتھ اختلاط / پر آہ میں تو موجِ نسیمِ وزیدہ ہوں

چاہیے ہی یہ مری تپشِ دل کہ بعدِ مرگ
کنجِ مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں

ای درد جا چکا ہی مرا کام ضبط سے
میں غمزدہ تو قطرۂ اشکِ چکیدہ ہوں

آہ مشتاق ترے مفت موے جاتے ہیں
اک نظر بھولے سے بھی ہوئے تو جی پاتے ہیں

گو سلامت ہوں بظاہر پہ دل کے خطرات
رات دن گھن کی طرح میرے تئیں کھاتے ہیں

تو بھی ای پائے طلب ٹک تو بھلا خواب سے چونک
اپنی ہی نوع سے ہیں وے جو پہنچ جاتے ہیں

ہم سے بیکاروں سے بہتر ہیں یہ اہلِ اشغال
ہر طرح دل کے تئیں اپنے تو بہلاتے ہیں

درد کی طرح وہ ہو جاتے ہیں کچھ اور کے اور
تیرے از خود شدگاں جبکہ بخود آتے ہیں

گر دیکھیے تو مظہرِ آثارِ بقا ہوں
ورنہ سمجھیے جوں عکس مجھے محوِ فنا ہوں

سرتا بسر اپا نرگس بھی حلِ مشکلِ عالم
نے حس ہوں پہ ناخن کی طرح عقدہ کشا ہوں

ممنون مرے فیض کے سب اہلِ نظر ہیں
جوں نورِ ہر اک چشم کو دیدار نما ہوں

ہی آستر فقر اگر سمجھو تو شاہی
سلطان ہی اگر شاہ تو میں ظلِ ہما ہوں

ہی مظہرِ انوارِ صفا میری کدورت
ہر چند کہ آہن ہوں پر آئینہ بنا ہوں

احوالِ دو عالم ہی مرے دل پہ ہویدا
سمجھا نہیں تا حال پر اپنے تئیں کیا ہوں

آزاد ہیں قید میں زنجیر کی ہرگز
ہر چند کہ عالم میں ہوں عالم سے جدا ہوں

ہوں قافلہ سالارِ طریقِ قدما درد
چون نقشِ قدم خلق کو میں راہ نما ہوں

نہ ہم غافل ہی رہتے ہیں نہ کچھ آگاہ ہوتے ہیں
انھیں طرحوں میں ہم ہر دم فنا فی اللہ ہوتے ہیں

تقید گاہِ امکاں میں ہے وہ کچھ بخششِ مطلق
کہ ہر واحد کو لاکھوں دام یاں تنخواہ ہوتے ہیں

غرورِ حسن کم ہوتا نہیں کچھ خط کے آنے سے
کہ یہ سب ہو رہے پے بھی سلیماں جاہ ہوتے ہیں

اگر جمعیتِ دل ہے تجھے منظور قانع ہو
کہ اہلِ حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہیں

پریکھا درد کچھ مت رکھ ترقی اور تنزل کا
کہ اپنے ذہن میں تو یاں گدا بھی شاہ ہوتے ہیں

تو مجھ سے نہ رکھ غبار جی میں
آوے بھی اگر ہزار جی میں

سنلے زار ہے مجھ سے تو پہ مجھ کو
اب تک ہے وہی پیار جی میں

گل اب تو ملے ہے ہنس کے لیکن
بلبل یہ چبھیں گے خار جی میں

یوں پاس بٹھا جسے تو چاہے
پر جاگہ نہ دیجو یار جی میں

کیا فائدہ درد شور و شر سے
اُپجے ہے جو کچھ سو مار جی میں

ہر چند تیری سمت سوا راہ ہی نہیں
تس پر بھی آہ یاں کوئی آگاہ ہی نہیں

کچھ مرتبہ ہے اور وہ فہمید سے پرے
سمجھے ہیں جس کو یار وہ اللہ ہی نہیں

ہم بھی فلک سے کرتے کسو چیز کی طلب
ڈھونڈھا پر اپنے دل میں تو کچھ چاہ ہی نہیں

انساں کی ذات سے ہی خدائی کے کھیل ہیں
بازی کہاں بساط پہ گر شاہ ہی نہیں

سو رنگ سے ہیں جلوہ نما گو بتانِ خلق
اپنا ترے سوا کوئی دلخواہ ہی نہیں

گر کہتے ہو کہ ہے وہی ہادی ہی مُضل
تو راہ پر ہیں سب کوئی بے راہ ہی نہیں

اے درد مثلِ آئینہ ڈھونڈھ اُس کو آپ میں
بیرونِ در تو اپنی قدم گاہ ہی نہیں

ہستی ہی جب تلک ہم ہیں اسی اضطراب میں — جوں موج آپ پھنسے ہیں عجب پیچ و تاب میں
نے خانۂ خدا ہی نہ ہی یہ بتوں کا گھر — رہتا ہی کون اس دلِ خانہ خراب میں
آئینۂ عدم ہی میں ہستی ہی جلوہ گر — ہی موج زن تمام یہ دریا سراب میں
غافل جہاں کی دید کو مفتِ نظر سمجھ — پھر دیکھنا نہیں ہی اس عالم کو خواب میں
ہر جز کو کل کے ساتھ بمعنی ہی اتصال — دریا سے دُر جدا ہی پہ ہی غرقِ آب میں
پیری سے نے ملکِ تن کو اُجاڑا وگرنہ یاں — تھا بندوبست اور ہی عہدِ شباب میں

میں اور درد مجھ سے خریداریِ بتاں
ہی ایک دل بساط میں سو کس حساب میں

ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں — دل ہی نہیں رہا ہی جو کچھ آرزو کریں
مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں — ہم آئینہ کے سامنے جب آکے ہو کریں
تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی — دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں
سر تا قدم زبان ہیں جوں شمع گو کہ ہم — پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں
ہر چند آئنہ ہوں پر اتنا ہوں ناقبول — منہ پھیر لے وہ جس کے مجھے روبرو کریں
نہ گل کو ہی ثبات نہ ہم کو ہی اعتبار — کس بات پر چمن ہوسِ رنگ و بو کریں

ہی اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدانِ شہر
اے درد آکے بیعتِ دستِ سبو کریں

یہ زلفِ بتاں کا گرفتار میں ہوں — یہ بیمار چشموں کا بیمار میں ہوں
کدھر بہکی پھرتی ہی اے بیکسی تو — تری جنس کا یاں خریدار میں ہوں
ادھر بات کہنا اودھر دیکھ لینا — سمجھتا ہوں سب ایک عیار میں ہوں

اگر مجھ سے ملیے کبھو عیب کیا ہی
کسو پر بلا تیری تیوری چڑھا وے
نہ بد وضع تو ہی نہ بدکار میں ہوں
تری تیغ ابرو کا افگار میں ہوں

سبھی اپنے جینے سے ای درد خوش ہیں
اگر ہوں تو یہ ایک بیزار میں ہوں

اُن نے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں
آجاے ایسے جینے سے اپنا تو جی بتنگ
جیتا رہے گا کب تئیں ای خضر مر کہیں
پھرتی رہی تڑپتی ہی عالم میں جا بجا
دیکھا نہ میری آہ نے روے اثر کہیں
مدت تلک جہان میں ہنستے پھرا کیے
جی میں ہی خوب روئیے اب بیٹھکر کہیں
یوں تو نظر پڑے ہیں تن افگار سیکڑوں
دل ریش کوئی آپ سا دیکھا نہ پر کہیں
ظالم جفا جو چاہے سو کر مجھ پہ تو ولے
پچھتاوے پھر تو آپ ہی ایسا نہ کر کہیں
پھرتے ہو سج بناے تو اپنی جدھر تدھر
لگ جاوے دیکھیو نہ کسو کی نظر کہیں
ق
پوچھا میں درد سے کہ بتا تو سہی مجھے
ای خانماں خراب ہی تیرا بھی گھر کہیں
کہنے لگا مکان معین فقیر کو
لازم ہی کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو پر کہیں
درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست
تو نے سُنا نہیں ہی یہ مصرع مگر کہیں

اُس کو سکھلائی یہ جفا تو نیں
کیا کیا ای مری وفا تو نیں
نے کسی کو عبث کیا نے کس
قتل کر مجکو کیا لیا تو نیں
حال سُن سن مرا لگا کہنے
میں سُنا کچھ نہ کیا کہا تو نیں
ہم نہ کہتے تھے ہو جو مت عاشق
پائی دل اپنی کچھ سزا تو نیں
جی تو جی سے ترے رہا ہی دل
منہ لیا موڑ کیا ہوا تو نیں

درد کوئی بلا ہی شوخ مزاج
اُس کو چھیڑا برا کیا تونیں

سنے زباں ہی یہ دہ زبانِ سوسن
یا وری دیکھیئے نصیبوں کی
ساقی اس وقت کو غنیمت جان
وہ زخود رفتہ ہوں کہ میرے تئیں
کیا کہوں اپنی میں سیہ بختی
بعد مدّت کے درد کل مجھ سے
میری اُس کی جو لڑ گئیں آنکھیں

ق

اس چمن میں کسے مجال سخن
دوست بھی ہو گئے مرے دشمن
پھر نہ میں ہوں نہ تو نہ یہ گلشن
نہ خیالِ سفر نہ یادِ وطن
حالِ دل تجھ پہ ہوسے گا روشن
مل گیا راہ میں وہ غنچہ دہن
ہو گئے آنکھوں ہی میں دو دو بچن

باغِ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں
گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم ہیں
دریاے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل
گر وار ہیں تو ہم ہیں ور پار ہیں تو ہم ہیں
وابستہ ہی ہمیں سے گر جبر ہی و گر قدر
مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں
تیرا ہی حسن جگ میں ہر چند موج زن ہی
تس پر بھی تشنہ کامِ دیدار ہیں تو ہم ہیں
الفاظِ خلق ہم بن سب مہملات سے تھے
معنی کی طرح ربطِ گفتار ہیں تو ہم ہیں

اوروں سے تو گرانی اک لخت اُٹھ گئی ہی
ای درد اپنے دل کے گر بار ہیں تو ہم ہیں

جمع میں افرادِ عالم ایک ہیں
گل کے سب اوراق بر ہم ایک ہیں
ہووے کب وحدت میں کثرت سے خلل
جسم و جاں گو دو ہیں باہم ایک ہیں

نوعِ انساں کی بزرگی ہے نمایاں
حضرتِ جبرئیل محرم ایک ہیں

دال ہے اس پہ ہی قرآں کا نزول
بات کی فہمید میں ہم ایک ہیں

متفق آپس میں ہیں اہلِ شہود
دردؔ آنکھیں دیکھ باہم ایک ہیں

نہ ہم کچھ آپ طلب نے تلاش کرتے ہیں
جو کچھ کہ یاں ہے مقدر معاش کرتے ہیں

مثالِ عکس جو کوئی کہ پاک طینت ہیں
جہاں صفا ہے وہیں بود و باش کرتے ہیں

ہماری اتنی ہی تقصیر ہے کہ اے زاہد
جو کچھ ہے دل میں ترے ہم وہ فاش کرتے ہیں

مزاجِ نازک اگر دل سے کچھ مکدر ہو
یہ آئینہ ہم ابھی پاش پاش کرتے ہیں

یہ تیرے شعر ہیں اے دردؔ یا کہ نالے ہیں
جو اس طرح سے دلوں کو خراش کرتے ہیں

کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں
جان سے اپنے جو کوئی کہ گزر جاتے ہیں

موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

دید وا دید جو ہو جائے غنیمت سمجھو
جوں شرر ورنہ ہم اے اہلِ نظر جاتے ہیں

آنکھیں اس بزم میں سیکی ہیں جنھوں نے ٹک بھی
شمع کی طرح گریباں لیے تر جاتے ہیں

نے ہنر دشمنیِ اہلِ ہنر سے آ کر
منہ پہ چڑھتے تو ہیں پر دل سے اتر جاتے ہیں

ہم کسی راہ سے واقف نہیں جوں نورِ نظر
رہنما تو ہی تو ہوتا ہے جدھر جاتے ہیں

اے رگِ ابر یہ مژگاں بھی اگر ٹک برسیں
ایک پل میں کئی تالاب بھر جاتے ہیں

آہ معلوم نہیں ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کدھر جاتے ہیں

تا قیامت نہیں ٹلنے کا دلِ عالم سے
دردؔ ہم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ہیں

اپنی قسمت کے ہاتھوں داغ ہوں میں
ہوں فتادہ برنگِ نقشِ قدم
دونو عالم سے کچھ پرے ہی نظر
میں ہوں گلچینِ گلستانِ خلیل

نفسِ عیسوی چراغ ہوں میں
رفتگاں کا مگر سراغ ہوں میں
آہ کس کا دل و دماغ ہوں میں
آگ میں ہوں پہ باغ باغ ہوں میں

عینِ کثرت میں دیدِ وحدت ہی
قید میں درد با فراغ ہوں میں

مرتا نہیں ہوں کچھ میں اس سخت دل کے ہاتھوں
نالاں نہیں ہی تنہا اس راہ میں جرس تو
ہمت رفیق ہووے تو فقر سلطنت ہی
ای غنچہ تجھ سے آگے جو کچھ کہ تھا گرہ میں

پستا ہوں آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھوں
روتے گئے ہیں کتنے یک لخت دل کے ہاتھوں
آتا ہی ہاتھ یعنی یاں تخت دل کے ہاتھوں
گل یاں لٹا گئے ہیں کل رخت دل کے ہاتھوں

ای درد آہ پھر پھر آتا ہی ہی جی میں
پستا ہوں آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھوں

جی نہ اٹھوں کہیں پھر میں جو تو مارے دامن
دامنِ دشت ہی پر لالہ و گل سے یارب
ہم کہ دامن سے لگے ہیں نہ کہیں چھٹ جاویں
تار باندھا ہی مرے اشک نے یاں تک جوں شمع
جب وہ چاہے ہی کہ دامن کو اٹھا کر چلیئے
فرش رہ آنکھیں تو کیں میں نے پہ میرے مژگاں
درد تو کون ہی جو گرد پھٹکنے پاوے

جھاڑ مت خاک پہ میرے یہ غبارِ دامن
خونِ عاشق بھی کہیں ہووے بہارِ دامن
ہر گھڑی کھینچ نہ لے رحم کنارِ دامن
ہی وہی تارِ گریباں وہی تارِ دامن
ھنس کے رکھتا مری گردن پہ ہی بارِ دامن
خار پا ہوویں کسو کے نہ یہ خارِ دامن
دور دامن ہی ترا صدقے نثارِ دامن

کیوں نہ ڈوبے رہیں یہ دیدۂ تر پانی میں
ہے بنا مثلِ حباب اپنا تو گھر پانی میں

اشک سے میرے فقط دامنِ صحرا نہیں تر
کوہ بھی سب ہیں کھڑے تابہ کمر پانی میں

مردمِ دیدہ مرے اشک میں یوں رہتے ہیں
کب یہ گزران کرے اور بشر پانی میں

آتشِ مے جو ساقی نے اسے بھڑکایا
زاہدِ خشک ہوا خوب ہی تر پانی میں

چشمۂ آب نہ ہو چشمۂ خورشید سے کم
شعلہ رو تو کبھو منہ دیکھے اگر پانی میں

جس طرف جا ہو چلوں یہ وہ سرابستاں ہے
وہم کہتا ہے کہ اب پانوں نہ دھر پانی میں

عالمِ آب میں جوں آئینہ ڈوبا ہی رہا
تو بھی دامن نہ کیا درد نے تر پانی میں

معلوم نہیں آنکھیں یہ کیوں پھوٹ بہی ہیں
رونے کی طرف کس لیے یہ ٹوٹ بہی ہیں

کشتی کی طرح آنکھیں مری اشک میں یارو
جس تارِ نگہ سے بندھی تھیں چھوٹ بہی ہیں

میں مثلِ حباب آنکھیں تو رو رو کے بہاؤں
پر دہ یہی کہتا ہے سدا جھوٹ بہی ہیں

سرسبز یہ کس جلوہ سے ہوئیں آنکھیں جو تھا نا
دریا کی طرح کھیت مرا لوٹ بہی ہیں

اے درد سمجھ سہج نہ ان آنکھوں کا بہنا
چھاتی کی طرح دل کو مرے کوٹ بہی ہیں

گھر تو دونوں پاس ہیں لیکن ملاقاتیں کہاں
آمد و رفت آدمی کی ہے پہ وہ باتیں کہاں

ہم فقیروں کی طرف بھی تو نگاہیں دم بدم
پھینکتے جاتے تھے آپ آگے وہ خیراتیں کہاں

بعد مرنے کے مرے ہوگی مرے لاشے کی قدر
تب کہا کیجے گا لوگوں سے وہ برساتیں کہاں

یوں تو ہے دن رات میرے دل میں اس کا ہی خیال
جن دنوں اپنی بغل میں تھا سو وہ راتیں کہاں

جس طرح سے کھیلتا ہے وہ دلوں کا یاں شکار
درد آتی ہیں کسی دلبر کو وہ گھاتیں کہاں

WWW.NAFSEISLAM.COM

مجھے در سے تو اپنے ٹالے ہے یہ بتا مجھے تو کہاں نہیں / کوئی اور بھی ہیگا ترے سوا تو اگر ہے ہی یہاں نہیں

پڑی جس طرف کو نگاہ یاں نظر آگیا ہے خدا ہی واں / یہ ہیں گو کہ آنکھوں کی پتلیاں مرے دل میں جائے بتاں نہیں

مرے دل کے شیشے کو بے وفا تو نے ٹکڑے ٹکڑے ہی کر دیا / مرے پاس تو وہی ایک تھا یہ دکان شیشہ گراں نہیں

مجھے رات ساری ہی تیرے یاں کٹے کیوں کہ روتے نہ شمع ساں / کہ نہ ہو سکے ہے کچھ اب بیاں یہ وہ بات ہے کہ زباں نہیں

کوئی سمجھے کیونکہ یہ مدعا کہ پہیلی سا ہے یہ ماجرا / کہا میں نے تجھے نہیں چاہ کیا لگا کہنے مجھ سے کہاں نہیں

نہ ملا ہمیں کوئی نکتہ داں تو یہ بیت سناویں بھلا کہاں / نہ ہوا سبھوں پہ وہی عیاں جو کسی سے یاں تو نہاں نہیں

تجھے درد کیونکہ سناؤں میں نہ خدا کسی کو دکھاوے یہ
جو کچھ اپنے جی پہ گزرتی ہے کہوں کیا کہ اس کا بیاں نہیں

دل کو لیجاتی ہیں معشوقوں کی خوش اسلوبیاں / ورنہ ہیں معلوم ہم کو سب انھوں کی خوبیاں

صورتوں میں خوب ہیں گی شیخ گو حور بہشت / پر کہاں یہ شوخیاں یہ طور یہ محبوبیاں

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو / ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

WWW.NAFSEISLAM.COM

آپ تو ڈوبی ہیں پر اس کا بھی کیا خانہ خراب
درد اپنے ساتھ آنکھیں دل کو بھی لے ڈوبیاں

نزع میں تو ہوں ولے تیرا گلہ کرتا نہیں / دل میں ہے وہ ہی وفا پر جی وفا کرتا نہیں

سعی بیجا مت کرو مہر و وفا وہ شوخ تو / جی کو ان باتوں سے ہرگز آشنا کرتا نہیں

کونسی شب ہے کہ مثل شمع جب کھلتی ہے آنکھ / جائے اشک آنکھوں سے اپنی خوں گرا کرتا نہیں

عشوہ و ناز و کرشمہ ہیں سبھی جاں بخش لیک
درد مرتا ہے کوئی اس کی دوا کرتا نہیں

پڑے جوں سایہ ہم تجھ بن ادھر اُودھر بھٹکتے ہیں
بتا وہ کون ہی جو تیری مجلس میں نہیں ہوتا
نہیں معلوم کیا ہوگا یہ دل اُن زلفوں میں اُلجھا

جہاں جائیں قدم رکھیں تو پہلے سر پٹکتے ہیں
مگر یہ ایک ہم ہی ہیں کہ نظروں میں کھٹکتے ہیں
جہاں ای درد ایسے تو ہزاروں ہی لٹکتے ہیں

آہ پردہ تو کوئی مانعِ دیدار نہیں
ہم سے دل مردہ اگر رات کو جاگے تو کیا

اپنی غفلت کے سوا کچھ در و دیوار نہیں
چشم بیدار تو ہی پر دلِ بیدار نہیں

درد یاں دو ہی پیالوں پہ قناعت کیجے
خانۂ چشم ہی یہ خانۂ خمار نہیں

ای ہجر کوئی شب نہیں جس کو سحر نہیں
دل لے گیا پر ایک نہ کی اس طرف نگاہ

پر صبح ہوتی آج تو آتی نظر نہیں
ایسا تو دلبروں میں کوئی مفت بر نہیں

کہ کونسا ہی دامنِ صحرا جہان میں
ای درد آنسوؤں سے جو تیرے وہ تر نہیں

مرے ہاتھوں ای عزیزاں
کھلا ہی بابِ عرفاں جس کے اوپر
صبا جاتا ہوں گریاں میں چمن سے

گریباں چاک ہی چاکِ گریباں
اُسے ہی ہر ورقِ گل کا گلستاں
گلوں کو باغ میں رکھیو تو خنداں

گرچہ ہم مردہ دل ای جانِ جہاں جیتے ہیں
زندگی جس سے عبارت ہی سو وہ زیست کہاں
بعد مرنے کے بھی وہ بات نہیں آتی نظر

تجھ بن ای درد اسے جو سمجھیں تو کہاں جیتے ہیں
یوں تو کہنے کے لیے کہیے کہ ہاں جیتے ہیں
جس توقع پہ کہ ہم اب تئیں یاں جیتے ہیں

WWW.NAFSEISLAM.COM

دل تو سمجھائے سمجھتا بھی نہیں
کہیے سودائی تو سودا بھی نہیں
اُس کی باتیں مجھ سے کیا پوچھو ہو تم
مدتیں گزریں کہ دیکھا بھی نہیں
داد کو تو پہونچنا معلوم ہے
کوئی یاں فریاد سنتا بھی نہیں

یوں تو سب باتیں نصیحت کی کہیں
پر اثر ہوتا ہے دل کے تئیں کہیں
جس کے بن دیکھے نہ نیند آتی ہیں
خواب میں بھی دیکھتے اُس کو نہیں
صورتیں کیا کیا ملی ہیں خاک میں
ہے دفینہ حسن کا زیرِ زمیں

رُباعیات

آگے ہی بن سُنے تو کہے ہے نہیں نہیں
مجھ سے ابھی تو ہم نے وہ باتیں کہیں نہیں
ہیں معنیٔ بلند مرے عرش سے پرے
مت کہہ کہ بات دردؔ کی کرسی نشیں نہیں

— دو نگاہیں جو چار ہوتی ہیں
برچھیاں دل کے پار ہوتی ہیں
— بے وفائی پہ اُس کے دل مت جا
ایسی باتیں ہزار ہوتی ہیں

اگر میں نکتہ رسی سے ترا دہاں پاؤں
کمر کو چاہوں تو اُس کے تئیں کہاں پاؤں
یہ رات شمع سے کہتا تھا دردؔ پروانہ
کہ حال دل کہوں گر جان کی اماں پاؤں

دل میں رہتے ہو پہ آنکھوں سے دیکھنا مقدور نہیں
گھر سے دروازے تلک گو تو چنداں دور نہیں
چاہیے دونوں جہاں جل جاویں اک شعلہ کے ساتھ
دردؔ ایسی سرد آہیں عشق میں منظور نہیں

زلفوں میں تو سدا سے یہ کج ادائیاں ہیں
آنکھوں نے پر اب یہ ہی آنکھیں دکھائیاں ہیں

ہی اپنے جی میں جو کچھ تم جا تو یا نہ جانو
پر سب تمہاری باتیں اب ہم نے پائیاں ہیں

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں

دیکھ میرے ضعف کو کہنے لگا رو کر طبیب
کوئی دم کو یہ بھی اس کی ناتوانی پھر کہاں

کب دہن میں ترے سمائے سخن
نہیں تیرے دہن میں جائے سخن

شعر میں میرے دیکھنا مجکو
ہی مرا آئنہ صفائے سخن

کہیں ہوئے ہیں سوال و جواب آنکھوں میں
یہ نرے سبب نہیں ہم سے حجاب آنکھوں میں

کرے ہی مست نگاہوں میں ایک عالم کو
لیے پھرے ہی یہ ساقی شراب آنکھوں میں

ہر دم بتوں کی صورت رکھتا ہے دل نظر میں
ہوتی ہے بت پرستی اب تو خدا کے گھر میں

ایسا ہی غم نے تیرے پامال کر دیا ہی
کچھ دل رہا نہ دل میں نہ کچھ جگر جگر میں

اُس ذکر سے بھی مجھ کو کیا کام دل کے ہاتھوں
لیتا نہیں کسو کا میں نام دل کے ہاتھوں

نہیں ہم کو تمنا یہ ملک ہو تا فلک پہونچیں
یہی ہی آرزو دل کی ترے قدموں تلک پہنچیں

نزع میں ہوں پہ وہی نالے کیے جاتا ہوں
مرتے مرتے بھی ترے غم کو لیے جاتا ہوں

افسوس اہلِ دید کو گلشن میں جا نہیں
نرگس کی گو کہ آنکھیں ہیں پر سوجھتا نہیں

شیخ میں رشکِ نہ گناہی ہوں
موردِ رحمتِ الٰہی ہوں

ردیف (و)

مانع نہیں ہم وہ بت خود کام کہیں ہو
پر اس دلِ بیتاب کو آرام کہیں ہو

خورشید کے مانند پھروں کب تئیں یارب — نت صبح کہیں ہووے مجھے شام کہیں ہو
میخانۂ عالم ہی وہ ٹے ربط کہ جس میں — ہووے جو صراحی کہیں تو جام کہیں ہو
وعدے تو مرے ساتھ کیے تونے ہزاروں — پر ایک بھی اتنوں میں سرانجام کہیں ہو

ہرچند نہیں صبر تجھے درد ولیکن
اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو

کیا فرق داغ وگل میں۔ اگر گل میں بو نہ ہو — کس کام کا وہ دل ہی کہ جس دل میں تو نہ ہو
ہووے نہ حول و قوت اگر بیچ درمیاں — جو ہم سے ہو سکے ہی سو ہم سے کبھو نہ ہو
جو کچھ کہ ہم نے کی ہی تمنّا ملی مگر — یہ آرزو رہی ہی کہ کچھ آرزو نہ ہو
جوں شمع جمع ہوویں گر اہلِ زباں ہزار — آپس میں چاہیے کہ کبھی گفتگو نہ ہو
جوں صبح چاک سینہ مرا ای رفو گراں — یاں تو کسو کے ہاتھ سے ہرگز رفو نہ ہو

ای درد زنگ صورت اگر اس میں جا کرے
اہلِ صفا میں آئنۂ دل کو رو نہ ہو

سمجھنا فہم گر کچھ ہی طبیعی سے الہٰی کو — شہادت غیب کے چاہو تو حاضر ہی گواہی کو
نہیں ممکن کہ ہم سے ظلمتِ امکان زائل ہو — چھڑا دے آہ کوئی کیونکہ زنگی سے سیاہی کو
عجب عالم ہی ایدھر سے ہمیں ہستی ستاتی ہی — اودھر سے نیستی آتی ہی دوڑی عذرخواہی کو
نہ رہ جاے کہیں تو زاہدا محروم رحمت سے — گنہگاروں میں سمجھا کر تو اپنے نے گناہی کو

نہ لازم نیستی اُس کو نہ ہستی ہی ضروری ہی
بیاں کیا کیجیے ای درد ممکن کی تباہی کو

مجلس میں بار ہووے نہ شمع و چراغ کو
لاویں اگر ہم اپنے دلِ داغ داغ کو

جاتی تو ہی تو زلف کے کوچہ کو اے صبا
پر دیکھیو جو چھیڑے کسی بے دماغ کو

بس بارِ دل زیادہ نہ ہو حسرتِ چمن
کیدھر لیے پھرونگا میں گلگشتِ باغ کو

بلبل کی طرح رشتۂ الفت میں دیکھ دل
بندھوا نہ دیجیو کہیں بالِ فراغ کو

کیا چھپ رہی ہے پردۂ مینا میں دخترِ رز
روشن کر اپنے جلوہ سے چشمِ ایاغ کو

تمیز بے تمیزی عالم کرے ہے کب
نالے سے عندلیب کے یاں بانگِ زاغ کو

اے دردؔ رفتہ رفتہ کیا آپ کو ہے گم
اس راہ میں چلا تھا میں کس کے سراغ کو

مست ہوں پیرِ مغاں کیا تجھ کو فرماتا ہے تو
پائے بوس خم کروں یا دست بوسیِ سبو

صبح اور خورشید کے مانند میری جیب کو
چاک کا موجب ہے تو ہی- تو ہی اسبابِ رفو

ٹال دیتا اس کو نت ہر طرح جوں قبلہ نما
پھر مجھے ہر پھر کے آ رہنا اسی کے روبرو

اور افزونی طلب کی بعد مرنے کے ہوئی
خاک ہونے نے کیا ہر ذرہ گرمِ جستجو

تیری خوں آشامیاں مشہور ہیں اے تیغِ ناز
ایک قطرہ چھوڑے تو پیوے ہمارا ہی لہو

جس طرح سے صبح کو ہوتا ہے بے رونق چراغ
دیکھ تجھ کو اڑ گیا گلشن میں گل کا رنگ و بو

اور ہوں آمادۂ میخوارگی یہ مے پرست
سر اگر کاٹے انھوں کے محتسب مثلِ کدو

بات اہلِ دید سے کرتے ہیں یاں روشن ضمیر
نت زبانِ شمع کو ہے چشم ہی سے گفتگو

صورتِ تقلید میں کب معنیِ تحقیق ہیں
رنگ گو ہے پر گلِ تصویر میں کیدھر ہے بو

سیکڑوں ہی تخم سے اس باغ میں نکلے نہال
تخمِ دل کی پر نہ آئی دردؔ لیکن آرزو

لاؤں کس کی آنکھوں سے کہو اس چشمِ حیراں کو
عیاں جب ہر جگہ دیکھوں کسی کے رازِ پنہاں کو

تجھے ای شمع کیا دیکھیں زمانہ تو دکھاتا ہی
ہمیں جوں کاغذِ آتش زدہ اور ہی چراغاں کو

نہ تنہا کچھ یہی اطفال دشمن ہیں دوانوں کے
بھرے ہی کوہ بھی دیکھا تو یاں پتھروں سے داماں کو

جھمکتے ہیں ستاروں کی طرح سوراخ سینے کے
چھپایا گو کہ جوں خورشید میں داغِ نمایاں کو

نہ واجب ہی کہا جاوے نہ صادق ممتنع اس پہ
کیا تشخیص کچھ ہم سے نہ ہرگز شخصِ امکاں کو

نہ مطلب ہی گدائی سے نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو
الٰہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضیِ الٰہی ہو

نگینے کے سوا کوئی بھی ایسا کام کرتا ہی
کہ ہو نام اور کا روشن اور اپنی روسیاہی ہو

نہیں شکوہ مجھے کچھ بے وفائی کا تری ہرگز
گلہ تب ہو اگر تو نے کسی سے بھی نباہی ہو

رباعیات

ای دردؔ یاں کسو سے نہ دل کو پھنسائیو
لگ چلیو سب سے یوں تو پہ جی مت لگائیو
میں دل کے ساتھ کب تئیں کشتی لڑا کروں
اب اختیار ہاتھ سے جاتا ہی آئیو

اپنے بندہ پہ جو کچھ چاہو سو بیداد کرو
یہ نہ آجائے کہیں جی میں کہ آزاد کرو
نہ کہیں عیش تمہارا بھی منغص ہووے
دوستاں دردؔ کو مجلس میں نہ تم یاد کرو

کہنا تک اشتیاق تو رفتارِ یار کو
آنکھوں میں کب تلک ہیں رکھوں انتظار کو
ویسا ہی اب تلک ہے وہ دامن تو ای صبا
کیدھر لیے پھرے ہی تو میرے غبار کو

سر رشتۂ نگاہِ تغافل نہ توڑیو
ای ناز اس طرف سے منھ اس کا نہ موڑیو
جاوے درِ قفس سے بہنے بال و پر کہاں
صیاد ذبح کیجو پر اس کو نہ چھوڑیو

دے لے جو کچھ کہ شیشے میں باقی شراب ہو
ساقی ہی تنگ عرصۂ فرصت شتاب ہو
کہتا ہی آئینہ کہ نہیں ہی بعید اگر
دوران کے ہاتھ سے دل آہن بھی آب ہو

کبھو ہم نے نہ پایا مہرباں ای تند خو تجھکو
نہ دیکھا آنکھ بھر کے ایک دم خورشید رو تجھکو
تمنائیں مبدل حسرتوں سے ہو گئیں دل میں
رہی تو بھی نہ ملنے کی ہمارے آرزو تجھکو

دل نالاں کو یاد کرکے صبا
اتنا کہنا جہاں وہ قاتل ہو
نیم بسمل کوئی کسو کو چھوڑ
اس طرح بیٹھتا ہی غافل ہو

میں نہیں کہتا کہیں تم اور مت جایا کرو
بندہ پرور اس طرف کو بھی کبھو آیا کرو

ردیف (ہ)

ہر طرح زمانہ کے ہاتھوں سے ستم دیدہ
گر دل ہوں تو آزردہ خاطر ہوں تو رنجیدہ
ہم گلشن دوراں میں ای خفتگی طالع
سرسبز تو ہیں لیکن جوں سبزۂ خوابیدہ
ای شور قیامت رہ اودھر ہی میں کہتا ہوں
چونکے ہی ابھی یاں سے کوئی دل شوریدہ
اوروں سے تو ہنستے ہو نظروں سے ملا نظریں
ایدھر کو نظر کوئی پھینکی بھی تو دزدیدہ
مجھ پر بھی تو یہ عقدہ تو کھول صبا بارے
زلفوں نے کسے بھیجا یہ نامۂ پیچیدہ
بدخواہ بھی عالم کو ہووے تو ہو لیکن
یارب نہ کسی کے ہوں دشمن یہ دل و دیدہ
کرتا ہی جگہ دل میں جوں ابروے پیوستہ
ای درد۔ یہ تیرا تو۔ ہر مصرع پیچیدہ

رکھتی ہی میرے غنچۂ دل میں وطن گرہ
تجھ سے نہ کھل سکے گی صبا یہ کٹھن گرہ

چشمِ کشادِ کار کسو سے نہیں مجھے
رکھتا ہوں میں بسانِ گہر جملہ تن گرہ

پہونچے گر اُس طرف کو تری زلف کی شمیم
نافے ہی میں ہو نکہتِ مشکِ ختن گرہ

اپنی اگر گرفتہ دلی ذکر کیجیے
ہو غنچہ وار خاطرِ یک انجمن گرہ

ہر چند سعی میں ہی رہا ناخنِ ہلال
کھلتی ہی ہے سپہر کی کوئی کہن گرہ

جب چاہیے کہ عقدۂ دل تجھ پہ کھولیے
ہوتا ہے آ زباں پہ میری سخن گرہ

تنگی سے تن کے جامہ کی ہوتا ہے دل خفا
ہے جوں حباب جان پہ پیراہن گرہ

ہر چند کھولی تو نے تو پھر کے جی سے گانٹھ
شیریں کے دل سے پر نہ کھلی کوہکن گرہ

کیونکر یہ کارِ عشق گرہ در گرہ نہ ہو
یاں دل گرہ کی شکل ہے اور واں دہن گرہ

جیتا کسی کو چھوڑے نہ یہ گانٹھ زہر کی
زلفِ سیہ وہ سانپ ہے جس کا ہے من گرہ

واشد کبھو تو دردؔ کے بھی ساتھ چاہیے
بندِ قبا سے کھول ٹک اے گلبدن گرہ

ربط ہے نازِ بتاں کو تو مری جاں کے ساتھ
جی ہے وابستہ مرا ان کی ہر اک آن کے ساتھ

اپنے ہاتھوں کے بھی میں زور کا دیوانہ ہوں
رات دن کشتی ہی رہتی ہے گریبان کے ساتھ

جو جفا جو ہیں انہیں سنگدلی لازم ہے
کام تلوار کو رہتا ہے سدا سان کے ساتھ

گر مسیحا نفسی ہے بھی مطرب، تو خیر
جی ہی جاتے ہیں چلے تیری ہر اک تان کے ساتھ

دردؔ ہر چند میں ظاہر میں تو ہوں مورِ ضعیف
زورِ نسبت ہے ولے مجھ کو سلیمان کے ساتھ

کاش تا شمع نہ ہوتا گذرِ پروانہ
تم نے کیا قہر کیا! بال و پرِ پروانہ

شمع کے صدقے تو ہوتے بھی دیکھا نہ اسے
پھر جو دیکھا تو نہ پایا اثرِ پروانہ

گر ترا حسنِ برشتہ نظر آجاے اُسے
نت رہے آگ میں سوزِ جگرِ پروانہ

کیوں اُسے آتشِ سوزاں میں لیے جاتی ہی
سوجھتا بھی ہی تجھے کچھ نظرِ پروانہ

ایک ہی جست میں لی منزلِ مقصود اس نے
راہرو رشک کی جا ہی سفرِ پروانہ

شمع تو جل بجھی اور صبح نمودار ہوئی
پوچھوں ای دردؔ میں کس سے خبرِ پروانہ

دل پہ بے اختیار ہو کر آہ
تو ہی کہہ کب تلک نہ اُٹھے کراہ

خوش خرامی ادھر بھی کیجیے گا
میں بھی جوں نقشِ پا ہوں چشم براہ

کیا کہوں تجھ سے ہم نشیں دل میں
برچھی سی لگتی ہی وہ ترچھی نگاہ

جو ہوے ہیں قرار آپس میں
ہیں ترا اور تو ہی میرا گواہ

جس پہ تقصیر وار تم سمجھو
ابھی ایسا تو کچھ نہیں ہی گناہ

ہنسنے اور بولنے کی باتیں کرو
نام اُس کا نہ لو کہاں ہی چاہ

دیدہ و دید رکھے جاے گا
جب تلک ہو ملاپ خاطر خواہ

بت پرستی نہیں شعار اپنا
ہم کو ایسا نہ سمجھیو واللہ

شوخ تو اور بھی ہیں دنیا میں
یہ تیری شوخی کچھ عجب ہی واہ

ہر گھڑی کان میں وہ کہتا ہی
کوئی اس بات سے نہ ہو آگاہ

دردؔ اپنی طرف سے حاضر ہی
آگے پھر ہی تمھارے ہاتھ نباہ

جوں جرس دل کے ساتھ ہی میرے آہ
نہیں نالے سوا کوئی ہمراہ

قصّۂ زلفِ یار کیا کہیے
ہی دراز اور عمر ہی کوتاہ

درد درویش ہوں مری تعظیم
خلق کرتی ہی کہہ کے یا اللہ

دل سوا کس کو ہوا اس زلفِ گرہ گیر میں راہ
ہی دوانوں کی طرح خانۂ زنجیر میں راہ

ہم سے بے جانوں سے شرمندہ دمِ عیسیٰ ہی
ہو صبا کے تئیں کب غنچۂ تصویر میں راہ

نالۂ دل ہیں پیے تجھ کو پھرا شہر بہ شہر
آہ پر تو نے نہ کی ٹک دلِ تاثیر میں راہ

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ
بندہ گر آوے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ

آہن ہو یا ہو سنگ ہی سب جلوہ گاہِ یار
جوں آئینہ ہر ایک گزر میں صفا کو دیکھ

ردیف ی

اُس کی بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہی
فصلِ بہار جس کے ہاں ایک یہ گل فروش ہی

بختِ سیہ برنگِ شب نت ہی گلیم پوش ہی
شمع بھی اپنے ہاں اگر ہی تو سدا خموش ہی

خلوتِ دل نے کر دیا اپنے حواس میں خلل
حُسن بلائے چشم ہی نغمہ وبالِ گوش ہی

ہووے تو درمیان سے اپنے تئیں اُٹھائیے
بار نہیں ہی اور کچھ سر ہی وبالِ دوش ہی

نالہ و آہ کیجیے خونِ جگر ہی پیجیے
عہدِ شباب کہتے ہیں موسمِ ناؤ نوش ہی

خبر تجھے جو چاہیے بدرقۂ جنوں نہ چھوڑ
ہم نے جہاں کی سیر کی۔ رہزنِ خلق ہوش ہی

بے خبروں کو پھر کہیں دستِ قضا نہ چھیڑ تو
مثلِ دہل ہر ایک میں ورنہ بھرا خروش ہی

غیرِ ملال نا ہوا۔ کیا ہی طریقِ زہد میں
دل ہو شگفتہ جس جگہ کوچۂ مے فروش ہی

اپنے تئیں تو کام کچھ خرقہ و جامہ سے نہیں
درد اگر لباس ہی دیدۂ عیب پوش ہی

آفتِ جان و دل تو یاں وہ بتِ خود فروش ہے
دل کو سیاہ مست کر کچھ بھی تجھے جو ہوش ہے
کس کی یہ ہوتی ہے صبا گفت و شنید باغ میں
آتشِ گل جنوں مرا گرم کرے سو یہ نہیں
حادثۂ زمانہ کیا تیری جفا سو کب بلا
ہم نے تو ایک معصیت چاہی چھپے نہ چھپ سکی
آہ کہیں یہ ناتواں حال کرے سو کیا بیاں
دور نہیں ہوا ہمیں رنجِ شعور ساقیا

پہلے ہی جس کے پیشکش صبر و قرار و ہوش ہے
کہتے ہیں کعبہ اس کو اور کعبہ سیاہ پوش ہے
غنچے سبھی ہاں ہیں ۔ گل بھی تمام گوش ہے
سینہ ہمیشہ آگ ہے دل میں سدا ہی جوش ہے
ہم کو سپہر مت ڈرا نیش بھی یاں تو نوش ہے
اپنے گناہ کو ترا عفو ہی پردہ پوش ہے
منہ پہ ہے مہرِ خامشی دل میں بھرا خروش ہے
اک دو سہ جام اور بھی باقی ابھی تو ہوش ہے

محنت و رنج و غم سے یاں دردؔ نہ جی چھپائیے
بار کبھی اٹھائیے جب تئیں سر ہے دوش ہے

دل مرا پھر دکھا دیا کس نے
سو گیا تھا جگا دیا کس نے
میں کہاں اور خیالِ بوسہ کہاں
منہ سے منہ یوں بھڑا دیا کس نے
وہ مرے چاہنے کو کیا جانے
یہ سندیسا سنا دیا کس نے
ہم بھی کچھ دیکھتے سمجھتے تھے
سب یکایک چھپا دیا کس نے

وہ بلانے سے بھاگتا تھا اور
دردؔ تجھ تک بلا دیا کس نے

اہلِ فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوحِ مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے
فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہان کی
خطرہ جو ہے سو آئینۂ دل پہ زنگ ہے
حیرت زدہ نہیں ہے فقط تو ہی آئینہ
یاں تک بھی جس کی آنکھ کھلی ہے سو دنگ ہے

اس ہستیِ خراب سے کیا کام تھا ہمیں
اے نشۂ ظہور یہ تیری ترنگ ہے

گلگیر منہ پسار نہ تو شمع کی طرف
اس کی زبان ہے اُسے کامِ نہنگ ہے

کب ہے دماغ عشقِ بتانِ فرنگ کا
مجھ کو تو اپنی ہستی ہی قیدِ فرنگ ہے

عالم سے اختیار کی ہر چند صلحِ کل
پر اپنے ساتھ مجھ کو شب و روز جنگ ہے

میں کیا کہوں تجھے نظر آتا نہیں ہے کیا
اس گلشنِ جہاں کا جو کچھ کہ ڈھنگ ہے

غنچہ شگفتہ ہووے ہی ہووے کہ اس میں درد
دیکھا چمن میں جا کے تو کچھ اور رنگ ہے

وحدت نے ہر طرف ترے جلوے دکھا دیئے
پردے تعینات کے جو تھے اُٹھا دیئے

ہوں کشتۂ تغافلِ ہستی بنے ثبات
خاطر سے کون کون نہ اُس نے بھلا دیئے

روتی ہیں چشم اپنی یہ تیری داد خواہ
کتنے ہی تیغِ ابرو نے قصے چکا دیئے

عنقا کی طرح جتنے تھے یاں ناموز فلک
تو نے خدا ہی جانے کہ کیدھر اُڑا دیئے

پگھلا دلِ اثر نہ مرے حال پر کبھی
ہر چند روتے روتے میں نالے بہا دیئے

یارب یہ کیا خرام ہے جس نے اک آن میں
کتنے ہی مردے حشر سے آگے جلا دیئے

عالم میں سب حقیقۂ پاک گُہر تھے سو ایک ایک
اولے سے روزگار نے یوں ہی گھلا دیئے

صیاد کہتے ہیں کہ گرفتاریاں کئی
صدقے کر اپنے آج کسی نے چھڑا دیئے

زہے مژہ یہ چشم تو کیا ہیں اک گھر کے گھر
تو نے برس برس کے ہزاروں بہا دیئے

دونوں جہاں کی نہ رہی پھر خبر اُسے
دو پیالے تیری آنکھوں نے جس کو پلا دیئے

اے شورِ حشر گردشِ دوراں نے اہلِ قبر
ٹک بھی نہ سونے پائے کہ وونہیں جگا دیئے

چاہو وفا کرو نہ کرو اختیار ہے
خطرے جو اپنے جی میں تھے وہ سب اُٹھا دیئے

سیلابِ اشکِ گرم نے اعضا مرے تمام
اے درد کچھ بہا دیئے اور کچھ جلا دیئے

گر باغ میں خنداں وہ مرا لب شکر آوے
قاصد سے کہو پھر خبر اُودھر ہی کو لے جاوے
لوٹے ہے ترے گنج شہیداں کو غریبی
زاہد کو جتا دیجیو بیخود ہیں یہ رنداں
کہتے ہیں کہ یکدست تری تیغ چلی ہے
جوں خواب ہے والبتہ یہ غفلت یہ تماشا
اے صبح رواں تیری مدد ہووے تو شاید

گل سامنے داماں سے منہ ڈھانپ کر آوے
یاں بے خبری آگئی جب تک خبر آوے
جی دینے کو ظالم کوئی کس بات پر آوے
آنا ہے تو خودداری کو گھر ہی میں دھر آوے
تب جانیے جب ایک و قدم چل اِدھر آوے
کھل جاوے اگر آنکھ تو پھر کیا نظر آوے
اس بحر میں ہم سے بھی کوئی شعر تر آوے

مطلع بھی نہیں درد اضافت سے میرا
عہدے سے تقطیع کے کوئی کیونکہ بر آوے

اذیت کوئی تیرے غم کی میرے جی سے جاتی ہے
سناؤں کیونکہ اپنا حال میں کیا سخت مشکل ہے
نہیں مشتاق آئینہ کے جو وہ صاف طینت ہیں
قیامت سر زمین دل پہ میرے حشر برپا ہے
اگر آئینہ چار آئینہ پہنے تو نہیں سنکھ

لہ پہنے

کبھو گر دل کیا خالی تو پھر چھاتی بھر آتی ہے
یہ قصہ جب لگوں کہنے تو اُس کو نیند آتی ہے
صفا تو عارضی ہے اور کدورت اُس کی ذاتی ہے
ہوس ہر دم تمنائیں تو یہ یہ کچھ اُٹھاتی ہے
سپر ہوں تیر مژگاں کا سو یہ میری ہی چھاتی ہے

پریشاں سا ہی رہتا ہے مجھکو درد کیا کہیے
کہ ایسی زندگی سی چیز یوں ہی مفت جاتی ہے

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے
نشو و نما کی کس کو امید اے بہاریاں
تحریک ہے یہ اس ید قدرت کی ورنہ کب

مشکل ہے جی میں بیٹھے سو جی سے نکل سکے
میں خشک شاخ ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے
لے دست و پا صبا سے کوئی پات ہل سکے

مثلِ حباب حیف کہ نظر سے گیا گیا
ہیں وہ غریق ہم کہ نہ ڈوبا اُچھل سکے

گرنے نہ دیویں خلق کی نظروں سے دل کو ہم
تو ہی اگر کسو کے سنبھالے سنبھل سکے

روشن ضمیر جتنے ہیں سالم ہیں جوں نجوم
چرخِ آسیا سے اپنے یہ دلنے نہ دل سکے

کرتے عبث ہو شیشہ گراں سنگ کو گداز
پگھلائے جو تم سے کوئی دل پگھل سکے

کہا نہ میں غزل کوئی اب اس ردیف میں
اے دردؔ قافیہ کو اگر تو بدل سکے

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آ سکے
آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے
نقشِ قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے

قاصد نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے
اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے

غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار
اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے

یارب یہ کیا طلسم ہے ادراک و فہم یاں
دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے

گو بحث کر کے بات بٹھائی پہ کیا حصول
دل سے اُٹھا خلاف اگر تو اٹھا سکے

اخفائے رازِ عشق نہ ہو آبِ اشک سے
یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے

مستِ شرابِ عشق وہ بیخود ہے جس کو حشر
اے دردؔ چاہے لائے بخود پھر نہ لا سکے

قسم ہے حضرتِ دل ہی کے آستانے کی
ہوس ہو جی میں جو دیر و حرم کے جانے کی

طریق اپنے پہ اک دورِ جام چلتا ہے
وگرنہ جو ہے سو گردش میں ہے زمانے کی

کیا جگر کو مرے داغ تیرے وعدوں نے
خبر سنی جو کہیں میں کسو کے آنے کی

نظر نہ کیجیو تو میرے دل کے خطروں پر
جنوں و جہل اُٹھانے پڑے زمانے کے

نہیں ہیں لائق کچھ بات کیا دکھانے کی
ہوس کتنی جی میں کسو ناکسے اٹھانے کی

طریق ذکر تو ہی درد یاد عالم کو
طرح بتائے کچھ اپنے تئیں بھلانے کی

کوئی بھی دوا اپنے تئیں راس نہیں ہے
جز وصل سو ملنے کی بھی آس نہیں ہے

وہ اشک نکلتا ہے مری چشم سے جس کا
ہر قطرہ کم از پارۂ الماس نہیں ہے

زنہار ادھر کھولیو مت چشم حقارت
یہ فقر کی دولت ہے کچھ افلاس نہیں ہے

گزرا ہے بتا کون صبا آج ادھر سے
گلشن میں ترے پھولوں کی یہ باس نہیں ہے

بے فائدہ انفاس کو ضائع نہ کر اے درد
ہر دم دم عیسیٰ ہے تجھے پاس نہیں ہے

یاں عیش کے پردے میں چھپی دل شکنی ہے
ہر بزم طرب چوں مژہ برہم زدنی ہے

دل ٹکڑے کیا ہے یہ ترا کس کے لبوں نے
جو لخت ہے سو رشکِ عقیقِ یمنی ہے

کیا کام مجھے خوف و رجا سے کہ مرے پاس
ہے جان سو لے جان ہے دل ہے سو غنی ہے

تن پروریِ خلق مبارک ہو انھیں یاں
جوں نقشِ قدم اور ہی آسودہ تنی ہے

آگے جو بلا آئی تھی سو دل پہ ٹلی تھی
اب کے تو مری جان ہی پر آن بنی ہے

اے درد کہوں کس سے بتا رازِ محبت
عالم میں سخن چینی ہے یا طعنہ زنی ہے

آتشِ عشق جی جلاتی ہے
یہ بلا جان ہی پہ آتی ہے

تو ہی اور سیرِ باغ ہی ہر وقت
داغ ہیں اور میری چھاتی ہی

شام بھی ہو چکی کہیں اب تو
اُشتابی کہ رات جاتی ہی

کچھ مناسب نہیں ہی کیا کہیے
جی میں جو کچھ کہ اپنے آتی ہی

ٹک خبر لے کہ ہر گھڑی ہم کو
اب جدائی بہت ستاتی ہی

درد اس کی بھی دید کر لیجے
نوجوانی یہ مفت جاتی ہی

ہی غلط گر گمان میں کچھ ہی
تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہی

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہی
آن میں کچھ ہی آن میں کچھ ہی

لے خبر تیغِ یار کہتی ہی
باقی اس نیم جان میں کچھ ہی

ان دنوں کچھ عجب ہی میرا حال
دیکھتا کچھ ہوں دھیان میں کچھ ہی

اور بھی چاہیے سو کہیے اگر
دلِ نامہربان میں کچھ ہی

درد تو جو کرے ہی جی کا زیاں
فائدہ اس زیان میں کچھ ہی

آرام سے کبھو بھی نہ یکبار سو گئے
ایسے ہمارے طالعِ بیدار سو گئے

خوابِ عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے

اُٹھتی نہیں ہی خانۂ زنجیر سے صدا
دیکھو تو کیا سبھی یہ گرفتار سو گئے

تیری گلی ہی یا کوئی آرام گاہ ہی
رکھتے قدم کے پانو تو ہر بار سو گئے

وے مر چکے جو رونقِ بزمِ جہان تھے
اب اُٹھیے درد یاں سے کہ بس یار سو گئے

WWW.NAFSEISLAM.COM

آج نالوں نے مرے اور ہی دل سوزی کی
زخم دل جتنے تھے یاں سب کی جگر دوزی کی

جی پہ رہتی ہے چڑھی زلف کسو کی میرے
اور تو کیا کہوں یاں اپنی سیہ روزی کی

غیر بکتے ہیں عبث میرے پیارے تیری
بے وفائی نہیں محتاج بد آموزی کی

کیونکہ تشبیہ ترے ساتھ اُسے دے کوئی
شمع کو آتی نہیں طرح دل افروزی کی

شعر کی فکر بن آتی ہے اُسی سے جس کو
ذہد کی طرح کبھو فکر نہو روزی کی

جوں سخن اب یاد اک عالم رہے
زندگانی تو چلی جا ہم رہے

تا ابد جوں قطرہ مجھسا منفعل
جس جگہ سجدہ کرے وہ نم رہے

بہ چلا آنکھوں سے دل ہوکر گداز
منہ پر آکر جم رہے تو جم رہے

رک نہیں سکتی ہے یاں کی واردات
کب یہ ہو سکتا ہے دریا تھم رہے

ہے زمانہ وہ کہ مثل آسماں
جس کے آگے اہل رفعت خم رہے

ہم ہی اس وحشت سرے میں اُداس
اور بھی جو آئے سو یاں کم رہے

ہے محال عقل زیر آسماں
حرص ہو جس دل میں وہ خُرّم رہے

کبک آتش کیا کرے یوں قہقہے
چچھٹیوں کے گھر سدا ماتم رہے

رکھ نفخت فیہ من روحی کو یاد
جب تلک ای ذہد دم میں دم رہے

بلبل نہ بر آئے باغباں سے
گل کا بھی نہ کچھ چلے خزاں سے

لیتے ہیں غمزہ سے کام ابرو
یہ تیر ملے نہ گو کماں سے

جوں غنچہ وبال دل ہے غافل
ہر خندہ کہ نکلے ہے دہاں سے

مانندِ صبا تری گلی میں
جو کوئی گیا پھر آنہ واں سے
ہی سیف زباں تری سیہ مست
کہ ساغرِ چشمِ دل ستاں سے
دو ہیں وہ ہوا قلم کے مانند
جو حرف نکل گیا زباں سے
شب خوں کے لئے فلک پھرے ہی
کھینچے ہوئے تیغ کہکشاں سے
ہر آن ہی واردات دل پہ
آتا ہی یہ قافلہ کہاں سے
بدنام کرے ہی دخترِ رز
مغ اُس کو نکال اپنے یاں سے

ہی مثلِ چراغ درد میرا
دشمن دمِ عیسوی بھی جاں ہی

نہ ہاتھ اُٹھاوے فلک گو ہمارے کینے سے
کسے دماغ کہ ہو دو بدو کمینے سے
نہیں خیال مجھے خاتمِ سلیماں کا
برنگ نام ہوں برکندہ دل نگینے سے
بسانِ دانۂ انگور می پرستوں نے
لیا ہی فیض مرے دل کے آبگینے سے
ترقی اور تنزل کو یاں کے کچھ عرصہ
مثال ماہ زیادہ نہیں مہینے سے
مجھے یہ ڈر ہی دلِ زندہ تو نہ مرجاوے
کہ زندگانی عبارت ہی تیرے جینے سے
مآل کار سمجھایا قصور نے ہم کو
یہ نقد مال لگا ہاتھ اس دفینے سے

بسا ہی کون ترے دل میں گلبدن ای درد
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اُس سے ملاقات نہ ہونے پائی
دیدہ وادیدہ ہوئی دور سے میری اُس کی
پر جو میں چاہا تھا سو بات نہ ہونے پائی
کون وہ بے سروساماں ہی کہ یارب چشمِ اشک
جس کی خاطر کہیں برسات نہ ہونے پائی

اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلسِ رنداں سے شتاب
ہم سے کچھ خوب مدارات نہ ہونے پائی

جی میں منظور تھی جو آپ کی خدمت گاری
سو تو ای قباحت نہ ہونے پائی

جی فنا ہو ہی گیا اک نگہِ گرم کے ساتھ
درد کچھ اور عنایات نہ ہونے پائی

فرصتِ زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے

گو سراپا ہے آب آئینہ
اپنی آنکھوں میں چشم بے نم ہے

دلِ صد چاک ہے گلِ خنداں
شادی و غم جہاں میں توام ہے

دین و دنیا میں تو ہی ظاہر ہے
دونوں عالم کا ایک عالم ہے

خیر و شر کو سمجھ کہ وُو ہے زہر
سانپ کی زیست ہی تجھے سم ہے

مت عبادت پہ پھولیو زاہد
سب طفیلِ گناہِ آدم ہے

سلطنت پر نہیں ہے کچھ موقوف
جس کے ہاتھ آوے جام سو جم ہے

اپنے نزدیک باغ میں تجھ بن
جو شجر ہے سو نخلِ ماتم ہے

نہ ملیں گے اگر کہے گا تو
تیری خاطر ہمیں مقدم ہے

دلِ عاشق کی سن لے قراری کو
وہ ہی سمجھے ہے جو کہ محرم ہے

درد کا حال کچھ نہ پوچھو تم
وہ ہی رونا ہے نت وہی غم ہے

دل مرا باغِ دل کشا ہے مجھے
دیدہ جامِ جہاں نما ہے مجھے

چشمِ نقشِ قدم ہوں میں بیکس
خاک آنکھوں میں طوطیا ہے مجھے

مجھ سے ہر چند تو مکدر ہے
تجھ سے پر اور ہی صفا ہے مجھے

کہیں خاموش ہو کہ مثلِ شمع
ای زباں تجھ سے ہی گلا ہی مجھے

پانوں لرزے ہی مست کی مانند
شیشۂ می ۔ ہر آبلا ہی مجھے

ق

دم دیرے بھلے کو کہتا ہوں
یہ نصیحت سے مدعا ہی مجھے

ورنہ ان سنے مروتوں کے لیے
اور بھی ہو خراب ۔ کیا ہی مجھے

یا رو مرا شکوہ ہی بھلا کیجیے اُس سے
مذکور کسی طرح تو جا کیجیے اُس سے

جوں جوں وہ کٹے ہی تو یہی آتی ہی جی میں
پھر چھیڑ لے اور باتیں سنا کیجیے اُس سے

ہو مرتبہ یوں ٹھہر چکی ۔ اب سے نہ ملیے
وہ بھی تو نہیں بنتی ہی ۔ کیا کیجیے اُس سے

بیزار اگر مجھ سے ہو ۔ مختار ہو، بہتر
دل جس سے ملے اپنا ملا کیجیے اُس سے

ہم کہتے نہ تھے درد میاں چھوڑ یہ باتیں
پائی نہ سزا اور وفا کیجیے اُس سے

سر سبز تھا نیستاں میرے ہی اشکِ غم سے
تھے سیکڑوں ہی نالے وابستہ ایک دم سے

واقف نہ یاں کسو سے ہم ہیں نہ کوئی ہم سے
یعنی کہ آ گئے ہیں بہکے ہوے عدم سے

ہیں گو نہیں ازل سے پر تا ابد ہوں باقی
میرا حدوث آخر جا ہی بڑا قدم سے

گر چاہیے تو ملیے اور چاہیے نہ ملیئے
سب تم سے ہو سکے ہی ممکن نہیں تو ہم سے

مشتاق گر ترا کچھ لکھے تو کیا عجب ہی
ہوں مثل نرگس آنکھیں پیدا ابھی قلم سے

ہر چند یہ تمنّا درخور نہیں ہمارے
نزدیک تو جو آوے کیا دور ہی کرم سے

اب ہیں کہاں وہ نالے سرگشتگی کدھر ہی؟
تھیں سب یہ باتیں ثابت میرے ہی دم قدم سے

ہو اک نگاہ کافی گو ہووے گاہ گاہے
چنداں نہیں ہی مطلب عاشق کو بیش و کم سے

کاہے کو ہوتی تم کو گردش نصیب طالع
گر پانوں اپنا باہر رکھتے نہ ہم عدم سے

آتے ہیں دام میں کب خورشید کسو کے
ای شیخ یہ نہیں ہیں تسبیح کے سے شمسے

ہی درد پر بھی کچھ تو میری ہی سی مصیبت
گھیرے ہی اور ہی غم چھوٹے جو ایک غم سے

مزاجی ہی جب تک تری جستجو ہی
زبان جب تلک ہی یہی گفتگو ہی

خدا جانے کیا ہوگا انجام اس کا
میں بے صبر اتنا ہوں وہ تند خو ہی

تمنا ہی تیری اگر ہی تمنا
تری آرزو ہی اگر آرزو ہی

کیا سیر سب ہم نے گلزار دنیا
گل دوستی میں عجب رنگ و بو ہی

غنیمت ہی یہ دید وا دید یاراں
جہاں مند گئی آنکھ میں ہوں نہ تو ہی

نظر میرے دل کی پڑی درد کس پر
جدھر دیکھتا ہوں وہی رو برو ہی

روندے ہی نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
ای عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

ای گل تو رخت باندھ اٹھاؤں ہیں آشیاں
گلچیں تجھے نہ دیکھ سکے، باغباں مجھے

رہتی ہی کوئی بن کیے میرے تئیں تمام
جوں شمع چھوڑنے کی نہیں یہ زباں مجھے

پتھر تلے کا ہاتھ ہی غفلت کے ہاتھ دل
سنگ گراں ہوا ہی یہ خواب گراں مجھے

کچھ اور کنج غم کے سوا سوجھتا نہیں
آتا ہی یاد جبکہ وہ کنج دہاں مجھے

جاتا ہوں خوش دماغ جو سن کر اسے کبھو
بدلے ہی وو ہیں نظر پھر وہ دیکھا جہاں مجھے

جاتا ہوں بس کہ دم بدم اب خاک میں ملا
ہی خضر راہ درد یہ ریگ رواں مجھے

کب آزاد دیوانہ آوے قید میں تدبیر سے
جوں صدا نکلا ہی چاہے خانۂ زنجیر سے

قدر مردوں کی سمجھنے کے نہیں یہ مایہ دار
جوہری واقف نہ ہووے جوہر شمشیر سے

دیکھنا تو آکے از خود رفتگاں کا حال ٹک
جا بجا سب پشت بر دیوار ہیں تصویر سے

منعم ایسے قصر لاکھوں مل گئے ہیں خاک میں
جز خرابی کے بنا کیا فائدہ تعمیر سے

ظفر اب ہنستے ہیں رونے پر مرے سب خلق عام
کیا ہو وہ نالے جو لگتے تھے دل میں تیر سے

ہم چشمی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے
آتے ہی نظر پھر وہیں غائب ہو نظر سے

اے ہم وطنان اتنی یہ غیرت زدہ ہر گز
پھرنے کا نہیں عمر کے مانند سفر سے

کیوں تیغ تری دشمنی کرتی ہے مرے ساتھ
مجھ کو تو نہیں کام کسو کی بھی کمر سے

جاؤں میں کدھر جوں گل بازی مجھے گردوں
جانے نہیں دیتا ہے ادھر سے نہ ادھر سے

کعبے بھی بھلا شیخ ترے ساتھ چلیں گے
ایدھر کو پھریں گے ہم اگر یار کے گھر سے

اس طرح کے رونے سے تو جی اپنا رکے ہے
اے کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے

کھلتی ہے مری آنکھ جو احوال پہ اپنے
جوں شمع گھٹا جاتا ہوں میں اپنی نظر سے

اے سنگ جو کچھ تو نے کیا شیشے کے حق میں
کرتا ہے کوئی بھی یہ سلوک اپنے جگر سے

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہ ہووے
تو کوئی نظر قابل دیدار نہ ہووے

سر رشتۂ الفت ہے بڑا شیخ و برہمن
یہ رشتہ بجز سبحہ و زنار نہ ہووے

گر قید ہی قسمت میں ہے کچھ اور نہ ہو یارب
پر دل تو کسو دل سے گرفتار نہ ہووے

پھر موت کسی طرح تو نزدیک نہ پھٹکے
دنیا میں یہ جینے کا جو آزار نہ ہووے

دل! ایسے ستمگار سے اظہار محبت — ایسا کہیں پھر دیکھیو زنہار نہ ہووے

گر زندگی اس طور سے اے درد جہاں ہیں
خاطر پہ کسو شخص کے تو بار نہ ہووے

دیا ہے کس کی نظر نے یہ اعتبار مجھے — کہ ایک دم بھی نہیں اپنے پاس بار مجھے
سوائے تیرے کسو سے نہیں ہے واشد یاں — مثال آئنہ ہے چشم انتظار مجھے
ہمیشہ اپنی نظر میں سبک میں رہتا ہوں — دیا ہے اوروں کی نظروں میں گو وقار مجھے
کبھو ہی جی میں گذرا خیال سرتابی — برنگ سایہ بنایا ہے خاکسار مجھے
تمہارے وعدے تیاں خوب میں سمجھتا ہوں — رہا ہے ایسے ہی لوگوں سے کاروبار مجھے
یہ کون برق تجلی ہوا ہے آفت جاں — کہ ایک دم نہیں جوں شعلہ اب قرار مجھے
جفا و جور تو ظالم سبھی گوارا ہیں — مگر یہ رسم جدائی ہے ناگوار مجھے
یہ آپ ہی آپ کدھر تیوریاں بدلتے ہو — دکھائیے تو سہی منہ بھی ایک بار مجھے

اس امر میں بھی یہ تیرے اختیار ہے بندہ
ملا ہے درد اگر یاں کچھ اختیار مجھے

فرض کیا کہ ہے ہوس، یک دو قدم ہی باغ ہے — آپ کہیں کو اٹھیے، سو کب یہ دل و دماغ ہے
دیکھیے جس کو یاں اسے اور ہی کچھ دماغ ہے — گر رنگ شب چراغ بھی گوہر شب چراغ ہے
غیر سے کیا معاملہ آپ ہی ہیں اپنے دام میں — قید خودی نہ ہو اگر پھر تو عجب فراغ ہے
حال کبھو تو پوچھیے میں جو کہوں ۔ سو کیا کہوں — دل ہے سو ریش ریش ہے سینہ سو داغ داغ ہے
کھو نہ سکے کبھو خمار میرے نشے کی آبرو — دیدۂ آئینے کی طرح تجھ سے بھرا ایاغ ہے
سنتے ہیں یوں کہ ۔ آہ تو ہم میں ہی چھپ رہا کہیں — اپنی تلاش سے غرض ہم کو ترا سراغ ہے

غفلت دل سے نہیں ہو کوئی پنبہ گوش خلق درد
بلبل داستاں سرا ورنہ ہر ایک باغ ہے

اپنے تئیں تو ہر گھڑی غم ہے الم ہے داغ ہے
جی کی خوشی نہیں گر و سبزہ و گل کے ہاتھ کچھ
کس کی یہ چشم مست نے بزم کو یوں چھکا دیا
جلتے ہی جلتے صبح تک گذری اسے تمام شب
پائیے کس روش بتا اے بت بے وفا تجھے

یاد کرے ہمیں کبھی کب یہ تجھے دماغ ہے
دل ہو شگفتہ جس جگہ وہ ہی چمن ہے باغ ہے
مثل حباب سرنگوں شرم سے ہر ایاغ ہے
دل ہے کہ شعلہ ہے کوئی شمع ہے یا چراغ ہے
عمر گذشتہ کی طرح گم ہی سدا سراغ ہے

سیر بہار و باغ سے ہم کو معاف کیجیے
اس کے خیال سے تو یاں درد کسے فراغ ہے

لحظہ بہ لحظہ یاں نیا داغ پر اور داغ ہے
تیری نگاہ مست سے جب سے نہ کی ہو دوستی
دولت فقر کے حضور گرد ہی جاہ سلطنت
اس کے خیال زلف سے ہمیں چھڑا دیا
ہم نے کہا بہت اسے پر نہ ہوا یہ آدمی

تو بھی ادھر نگاہ کر ساحت سینہ باغ ہے
خون سے اپنے مثل گل ہم نے بھرا ایاغ ہے
کہتے ہیں جس کو یاں ہما اپنی نظر میں زاغ ہے
گرچہ پھنسے ہیں دام میں دل کے تئیں فراغ ہے
زاہد خشک بھی کوئی سخت ہی خر دماغ ہے

اہل نظر کو ہو سکا درد نہیں ضرور کچھ
مثل شرر وہی ہے چشم اور وہی چراغ ہے

پھنسیے کسی کی زلف میں کب یہ ہمیں فراغ ہے
شعلۂ دل کو ہر گھڑی اے دم یاس مت بجھا
ہووے رقیب رو سیہ آپ کے ساتھ جا بجا

لیجیے شمیم سے سو بھی کہاں دماغ ہے
اپنی بساط میں تو یاں ایک یہی چراغ ہے
کچھ بھی ہے ربط سمجھیے ہمرہ کبک زاغ ہے

قصد ہی جس طرح بنے پہونچیے آپ تک کہیں دن بھی یہی ہی جستجو رات یہی سراغ ہی

درد وہ گل بدن مگر تجھکو نظر پڑا کہیں
آج تو اس قدر بتا کس لیے باغ باغ ہی

پہلو میں دل تپاں نہیں ہی ہر چند کہ یاں ہی یاں نہیں ہی
عالم ہو قدیم خواہ حادث جس دم ہم نہیں ہم، جہاں نہیں ہی
ڈھونڈے ہی تجھے تمام عالم ہر چند کہ تو کہاں نہیں ہی
عنقا کی طرح میں کیا بتاؤں جز نام مرا نشاں نہیں ہی
جوں شمع نہ رازِ دل کہوں گا ایسی بھی مری زباں نہیں ہی
وعدے پہ ہو کیونکہ یاں تسلّی ہرگز یہ مجھے گماں نہیں ہی

فریاد کہ درد جب تلک میں
تیار ہوں - کارواں نہیں ہی

عشق ہر چند مری جان سدا کھاتا ہی پر یہ لذت تو وہ ہی جی ہی جسے پاتا ہی
آہ کب تک میں بکوں تیری بلا سنتی ہی باتیں لوگوں کی جو کچھ دل مجھے سنواتا ہی
ہم نشیں پوچھ نہ اُس شوخ کی خوبی مجھ سے کیا کہوں تجھ سے غرض جی کو مرے بھاتا ہی
بات کچھ دل کی ہمارے تو نہ سلجھی ہم سے آپ ہی خوش ہوا پھر آپ ہی گھبراتا ہی
جی کڑا کرکے ترے کوچے سے جب جاتا ہوں دلِ دشمن یہ مجھے گھیر کے پھر لاتا ہی
راہ پڑے ہے کبھو اُس شوخ کے تئیں ہم سے بھی دید وا دید تو ہوتی ہی جو مل جاتا ہی

درد کی قدر مرے یار سمجھنا واللہ
ایسا آزاد ترے دام میں یوں آتا ہی

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ تحقیق ہی یا کہ افواہ ہی
کہ دل کے تئیں دل سے یاں راہ ہی

اگر بے حجابانہ وہ بت ملے
غرض پھر تو اللہ ہی اللہ ہی

عدم رفتگاں کو جو کہنا ہی کچھ
تو قاصد ہمارا سرِ راہ ہی

نہ یاں علم و دانش نہ فضل و ہنر
فقط ایک دل ہی کہ آگاہ ہی

گئے نالہ و آہ سب ہم نفس
دمِ سرد ہی اک ہوا خواہ ہی

خدا اُس کو رکھے سلامت کہ ہے
خبر گیر دل گاہ نے گاہ ہی

یہ کیا درد تجھ پر مصیبت پڑی
کہ دن رات نالہ ہی اور آہ ہی

دشنام دے ہی غیر کو تو جان کر مجھے
پیارے یہ لطف کیجیے پہچان کر مجھے

کل کی طرح سے آ بھی اب نیند آ چکی
گھیرا اُسی خرابی نے پھر آن کر مجھے

کہتا ہی اک نگاہ پہ آئینہ رو مرا
بس اور اب زیادہ نہ حیران کر مجھے

آنا یہ بندہ خانہ۔ اگر تجھ کو عار ہی
دولت سرا میں اپنے ہی مہمان کر مجھے

ہوں روبروے چشم تو ہیں سرمہ در گلو
پر کبھو زلف سے نہ پریشان کر مجھے

صدقے ترے ہیں کب تک ٹھہرا کروں عبث
ہی روزِ عید آج تو قربان کر مجھے

ہیں شعر فہم جتنے زمانے میں لا کلام
اے درد مانتے ہیں یہ سب آن کر مجھے

یاں غیب کے جلوہ کے تئیں جلوہ گری ہی
جو شخص کہ گزرا ہی نظر سے نظری ہی

گر ناز کی عشق نے تجھے رنگ دکھا دے
ہر سنگ میں شیشہ ہی یہ ہر شیشہ پری ہی

جوں شیشہ ساعت ہیں تنک ظرف جہاں کے
واں دل میں کدورت ہی تو یاں یاد بھری ہی

سو طرح سے دیتے ہیں اُسے ہیچ ہنر مند — مجھ سے نہیں ملتا یہ مری بے ہنری ہی
دل تنگ ہی یہ غنچۂ دل منہ نہ کھُلاتا — جوں نکہتِ گل اس میں تری پردہ دری ہی
ہی جوں مہ و خورشید زر و سیم میسر — تو بھی تو حریصوں کے تئیں دربدری ہی

لیتا ہی خبر وہ تو سبھی خلق کی لیکن
اپنے تئیں ای درد بہت بے خبری ہی

مجکو تجھ سے جو کچھ محبت ہی — یہ محبت نہیں ہی آفت ہی
لوگ کہتے ہیں عاشقی جس کو — میں جو دیکھا بڑی مصیبت ہی
بند احکامِ عقل میں رہنا — یہ بھی اک نوع کی حماقت ہی
ایک ایمان ہی بساط اپنی — نہ عبادت نہ کچھ ریاضت ہی

آپھنسوں ہیں بتوں کے دام میں یوں
درد یہ بھی خدا کی قدرت ہی

گل اگر سمجھو بعضے بھید کچھ کہکر گئے — بلبلو کتنے ہی غنچے رازِ دل تہ کر گئے
چند مدت اب تم ای یارانِ آئندہ رہو — پیش ازیں یک چند اس بستی میں ہم رہ کر گئے
آنسوؤں میں کچھ جگر کے بھی ہیں ٹکڑے بعض بعض — یہ نہیں معلوم لختِ دل کدھر بہ کر گئے
یہ نہ سمجھے اور ہی شاطر نے شہ دی تھی انھیں — زعم میں اپنے سلاطیں آپ کو شہ کر گئے

کشتگانِ عشق کی بنیو خدا سے خوب درد
سخت صدمے یہ بتوں کے ہاتھوں یاں سہ کر گئے

شخص و عکس اس آئنہ میں جلوہ فرما ہو گئے — ان نے دیکھا اپنے تئیں ہم اس میں پیدا ہو گئے

WWW.NAFSEISLAM.COM

آے تھے اس مجمعے میں قصد کرکے دور سے
ہم تماشے کے لیے آپ ہی تماشا ہو گئے

شیخ صاحب کچھ نہ پوچھو خلق ہی وہ پُر فساد
جس میں یاں اصلاح سے ہی فتنے برپا ہو گئے

آہ وہ وہ شخص جو دیتے تھے خبر ہی غیب کی
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ان کو لوگ وہ کیا ہو گئے

دل ہی کچھ تنہا خفا ہو کے نہ یاں سے پھر گیا
ہم بھی تو اے درد چلنے کو مہیا ہو گئے

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے
جس لیے آے تھے سو ہم کر چلے

زندگی ہی یا کوئی طوفان ہی
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

کیا ہمیں کام ان گلوں سے اے صبا
ایک دم آے ادھر اودھر چلے

دوستو دیکھا تماشا یاں کا بس
تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے

آہ بس جی مت جلا تب جانیئے
جب کوئی افسوں ترا اُس پر چلے

ایک میں دل ریش ہوں ویسا ہی دوست
زخم کتنوں کے سنا ہی بھر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم میں
چشم نم آے تھے دامن تر چلے

ڈھونڈھتے ہیں آپ سے اس کو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے

ہم نہ جانے پاے باہر آپ سے
وہ ہی آڑے آ گیا جیدھر چلے

ہم جہاں میں آے تھے تنہا ولے
ساتھ اپنے اب اُسے لیکر چلے

جوں شرر اے ہستیِ بے بود یاں
بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے

ساقیا یاں لگ رہا ہی چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہی یہ لوگ سب
کس طرف سے آے تھے کیدھر چلے

بات جب آندان پڑتی ہی — تب کہیں تیرے کان پڑتی ہی
آتش عشق قہر آفت ہی — اک بجلی سی آن پڑتی ہی
آخر الامر آہ کیا ہوگا — کچھ تمہارے بھی دھیان پڑتی ہی
بات چڑھتی ہی دل پہ جو آخر — خلق کے پھر زبان پڑتی ہی
میرے احوال پر نہ ہنس اتنا — یوں بھی ای مہربان پڑتی ہی

شعر ہی اور درد ہی یعنی
بات میں اور ہی جان پڑتی ہی

اک آن سنبھلتے نہیں اب میرے سنبھالے — کس طرح کچھ ان آنسوؤں نے پاؤں نکالے
جو کچھ کہ دکھاوے گا خدا دیکھیں گے ناچار — صدقے ترے اکبار تو منہ اپنا دکھالے
ایسے سے کوئی اپنے تئیں کیونکہ بچاوے — دل زلفوں سے بچ جاے تو آنکھوں سے چرالے
وہ سرخ لباس اس کے گلے میں نظر آیا — جس کے ہیں مرے دل میں پٹاپٹ تئیں لالے
کب تجھ پہ گذرتا ہی کبھو میرا سا احوال — یوں چاہیے سو تو اور بھی کچھ باتیں بنالے
کیا جانیے کس دل کے تئیں آہ ڈسیں گے — زلفوں نے تو بے طرح یہ اب چھوڑے ہیں کالے
پھر آگئے قیامت ہی اگر اب بھی نہ آؤ — مر مٹ کے جدائی کے دن اتنے تو ہیں ٹالے
ابرو نے تری جس طرف اب تیغ سنبھالی — مژگاں نے وہیں کردیئے تب سامنے بھالے

وعدے کی تو مدت نہ کہی درد کچھ اس نے
اس غم کو بھلا کہیئے کوئی کب تئیں ٹالے

غیر جو بے فائدہ ہاتھوں پہ گل کھایا کیے — ہم بھی ناحق داغ اپنے دل کے تئیں کھایا کیے
دل گئی کی جان نے مجھے شکوہ تو ملنے کا نہیں — گاہ گاہے پاس میرے آپ تو آیا کیے

دن تمھارے تو کٹے بارے خوشی سے ہر طرح
دل بُرا ہوتا ہے کوئی تجھ سے پر یوں ہی عبث
چین تو ہم کو نہ آیا ایک ساعت اس بغیر
دیکھنے پاتا نہیں ہے کوئی جس کی چھانوں ہاں
اپنے دروازہ تلک بھی وہ نہ آیا ایک بار
یا تو وہ راتیں تھیں یا یہ کچھ دنوں کا پھیر ہے

ہم بلا سے یاں پڑے راتوں کو گھبرایا کیے
ہم سدا غیروں سے ملنا سن کے گھبرایا کیے
رات دن ہر چند اپنے دل کو بہلایا کیے
لے چلی ہے آج ہم کو وہ پری سایا کیے
ہر گھڑی اُٹھ اُٹھ کے ہم جس کے لیے جایا کیے
ہاتھ اب لگتے نہیں تب پانوں دبوایا کیے

تب ہمارے اس کے اب تک یوں نہیں تھی درد یاں
بات ایسی ویسی ہم خاطر میں کم لایا کیے

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہیں کیا جی کو رو بیٹھے
بساط اپنی میں ہم تھے آپ سوا تب نہیں ملتے
نہ پوچھو کچھ ہمارے ہجر کی اور وصل کی باتیں
وفا کی چھینٹ بھی تجھ پر پڑی ہرگز نہ اے ظالم

بس اب اک ساتھ ہم دونو جہاں ہاتھ دھو بیٹھے
نہ تھا کچھ اور اپنے پاس جو رکھتے تھے کھو بیٹھے
چلے تھے ڈھونڈنے جس کو سو وہ ہی آپ ہو بیٹھے
لگا تھا خون داماں سے سو وہ بھی آپ دھو بیٹھے

نہ اُٹھو درد اپنے بستر سے طمع کر ہرگز
جو کچھ یوں غیب سے آوے سو تم البتہ لو بیٹھے

جو یاں کچھ چاہنے والے تری یک ڈگر بیٹھے
نہ پوچھو عشق کی سوزش نے عالم میں کیا کیا کیا
محبت نے تمھاری دل میں بھی اتنا تو سر کھینچا
کوئی دن اور بھی ہم کو پھرا لے گردشِ دوراں
نہ آنا تھا بھرا جی میں سو اب تو کچھ کر و خالی

ہم اپنا دل بغل میں داب لیکر آہ کر بیٹھے
عجب طوفاں اُٹھائے یہ کہ جس سے گھر کے گھر بیٹھے
قسم کھانے لگے تب ہاتھ میرے سر پہ دھر بیٹھے
نہیں اُٹھنے کے پھر ہرگز کہیں اب کے اگر بیٹھے
کہ دن جتنے تھے وعدوں کے نہ ملنے سے ہی بھر بیٹھے

پر یکھا کس لیے اتنا کوئی جانے جو کچھ جانے
سدا ہنستے ہیں یوں تو لوگ یاں ایدھر اودھر بیٹھے

کوئی بیٹھ اس کنے یاں جا سکے ہے اس طرح جلدی
پہ چلے تھے ہر گھڑی اٹھ اٹھ کے ہم اے درد پر بیٹھے

کبھو تو نے وفائی یاد آ جی کو ڈراتی ہے
چھلاوا سا جو ہو جاتا ہے جلوہ وصل کا گاہے
کبھو رونا کبھو ہنسنا کبھو حیران ہو رہنا
اگر ستم ہو تو بھی کب یہ صدمہ تھم سکے اس سے

کبھو امید و عدوں کی بھروسے یاں دلاتی ہے
جدائی پھر تو اک مدت عوض کیا کیا دکھاتی ہے
محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بناتی ہے
تپش دل کی سنبھالوں یوں تو میری ہی چھاتی ہے

پھرے ہے اس طرح جو آج تو اے درد بیخود سا
بتا ہم کو بھی ٹک بارے وہ کیا آفت کہ آتی ہے

ہر گھڑی ڈھاپنا چھپانا ہے
وصل سے بھی تو سیری ہوتی ہے
دل لگاؤ کہ یا گلے ہی لگو
ترچھی نظروں سے دیکھتا ہر دم
یہی اپنی بھی گوں کی باتیں ہیں
واہ ری یہ زبان کی تیزی

الغرض نو بنو دکھانا ہے
کہیں اس بات کا ٹھکانا ہے
داؤ ہی سیکھیے جو لگانا ہے
یہ بھی اک بانکپن کا بانا ہے
آ ہی جانا جدھر کو آنا ہے
ہر طرح کچھ نہ کچھ سنانا ہے

دیکھیو کیجیو نہ سنے دردی
درد کو بھی تو منہ دکھانا ہے

دل سے تجھے کیوں ہرنے لگی ایسی
کون دیکھی ہے اچپلی ایسی

سب بُرا کہتے ہیں تو کہنے دو
وہ ملے گا تو ہم بھی ملتے ہیں
خون ہوتا ہے دل کا یاں آؤ
اُس کے گھر میں کدھر سے پہونچیے جا
مُسکرایا خوشی سے وہ جس طرح

بات لائے ہو تم بھلی ایسی
آپ لگ سے چلیے کیا چلی ایسی
مہندی پانوں میں کیا ملی ایسی
دل بتا دے کوئی گلی ایسی
باغ میں کب کھلی کلی ایسی

دہر گھبرا گئے تو جو یوں چونکا
کیا اُٹھی جی میں کھلبلی ایسی

کیف و کم کو دیکھ اُسے نے کیف و کم کہنے لگے
غیر کچھ کچھ کان میں بھی دم بدم کہنے لگے
واہ و قسمت کی مجبوری کو دیکھا چاہیے
غافلو تم بات اپنی بھی سمجھتے ہی نہیں

جب حدوث اپنا کھلا راز قدم کہنے لگے
بات تم اب اپنے دل کی ہم سے کم کہنے لگے
وہ ہوا نہ پردہ تب ہم اُس کو ہم کہنے لگے
ہر کسی کا وہ دہن جس کو عدم کہنے لگے

بت پرستی کفریاں دل کی گرفتاری ہی دہر
چاہنے جس کو لگے اس کو صنم کہنے لگے

دُشوار ہوئی ظالم تجھ کو بھی نیند آئی
منظور زندگی سے تیرا ہی دیکھنا تھا
محتاج اب نہیں ہم ناصح نصیحتوں کے
مرنے سے آگے کیا ہے مرجائیں گے تو جائیں
میرے غبار کا کچھ پایا نشاں نہ ہرگز

لیکن سُنی نہ تو نے ٹک بھی مری کہانی
ملتا نہیں جو تو ہی پھر کیا ہے زندگانی
ساتھ اپنے سب وہ باتیں لیتی گئی جوانی
بہتر نہ ملیے ہم سے گر یوں ہی جی میں ٹھانی
صحرا میں جا صبا نے ہر چند خاک چھانی

جب کہا میں کہ ٹک خبر لینا
دل پہ آفت ندان ہے پیارے

ایک دم میں تو جی ہی جاتا ہے تب لگا کہنے سچ یوں ہی ہو گا میرے دل کی جو پوچھیے یہ ہے تجھ سے مر جائیں گے تو مر جائیں	زیست اب کوئی آن ہے پیارے کیا پر اس کا بیان ہے پیارے جان تو اپنی جان ہے پیارے جان ہے تو جہان ہے پیارے
تیری گلی میں میں نہ چلوں اور صبا چلے کس کی یہ موجِ حسن ہوئی جلوہ گر کہ یوں ہم بھی جرس کی طرح تو اس قافلے کے ساتھ	یوں ہی خدا جو چاہے تو بندے کی کیا چلے دریا میں جو حباب تھے آنکھیں چھپا چلے نالے جو کچھ بساط میں تھے سو سنا چلے

کہیو مٹھیو نہ درد کہ اہلِ وفا ہوں میں
اس سنے وفا کے آگے جو ذکرِ وفا چلے

جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی ہے زلف کی کج ادائیاں دیکھو آج ہے آہ کی ہوا کچھ اور	زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے ہر گھڑی منہ سے جا لپٹتی ہے دیکھیے کس طرف پلٹتی ہے

جو خرابی کہ درد یاں پھیلی
دستِ قدرت سے کب سمٹتی ہے

گر نامِ عاشقی ترے نزدیک ننگ ہے اس خانماں خراب کے لیجاؤں میں کہاں تیری درشتیوں کو سمجھتا ہوں آشتی کرتا ہے اس قدر تو خفا درد کو عبث	کرنے نہ قتل مجھ کو تو پھر کیا درنگ ہے دل پر تو یہ فضائے بیاباں بھی تنگ ہے تجھ کو یہ میرے ساتھ عبث عزمِ جنگ ہے ظالم وہ اپنی جان سے آپ ہی تنگ ہے

آہستہ گذریو تو صبا کوے یار سے
اُس سنگ دل کی وعدہ خلافی کو دیکھیے
سینے کو چاک صبح کے مانند گر کروں

پیچش نہ کیجیو مری مشتِ غبار سے
پتھرا گئی ہیں آنکھیں مری انتظار سے
جوں آفتاب نکلے مرا دل کنار سے

ای درد غیر کا نہیں شکوہ مرے تئیں
جو کچھ گلہ ہی مجھ کو سو ہی اپنے یار سے

دیکھ لوں گا میں اُسے دیکھیے مرتے مرتے
لا گلابی دے مجھے ساقی کہ یاں مجلس ہی
جو گیا کوچے میں اُس کے نہ پھرا ایدھر کو

یا نکل جائیگا جی نالے ہی کرتے کرتے
خالی ہو جاے ہی پیمانے کے بھرتے بھرتے
ای صبا جاتی تو ہی جائیو ڈرتے ڈرتے

درد جوں نقشِ قدم تھا سر رہ پر اُس کے
مٹ گیا اوروں ہی کے پانوں کے دھرتے دھرتے

آیا ہی ابر اور چمن میں بہار ہی
ظالم سمجھ کے اپنے نظر پھیکیو کہیں
روتا نہیں ہی شاہد مینا یہ بے سبب

ساقی شتاب آ کہ ترا انتظار ہی
گزرا جدھر یہ تیر تو پھر وار پار ہی
گردن پہ اُس کی خون کسی کا سوار ہی

نادان نظر سے اپنی گرا دے نہ درد کو
جو کچھ کہ ہی سو ہی یہ ترا دوست دار ہی

مدت ہوئی کہ وہی عنایات رہ گئی
یاں کون آشنا ہی ترا کس کو تجھ سے ربط
بازی بدی تھی اُس نے مری چشم تر کے ساتھ

اب گاہ گاہ سید ھی ملاقات رہ گئی
کہنے کو یہ بھی لوگوں کے اک بات رہ گئی
آخر کو ہار ہار کے برسات رہ گئی

وہ دختِ رز کہ چھلتی پھرے ہی جہاں گئی
کہتے ہیں درد پاس بھی اک رات رہ گئی

گرچہ بیزار تو ہی پر اسے کچھ پیار بھی ہی
زاہدا شرک خفی کی بھی خبر ٹک لینا
چشمِ رحمت سے ادھر کو بھی نظر کیجئے گا

ساتھ انکار کے پردے میں کچھ اقرار بھی ہی
ساتھ ہر دانہ تسبیح کے زنّار بھی ہی
اسی اُمید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہی

دل بھلا ایسے کو ای درد نہ دیجے کیونکر
ایک تو یار ہی اور تس پہ طرحدار بھی ہی

جب نظر سے بہار گزرے ہی
وہ زمانہ سے باہر اور مجھے
جس کے تو ہو کے سامنے گزرا

جی پہ رفتار یار گزرے ہی
رات دن انتظار گزرے ہی
آپ سے بار بار گزرے ہی

نالۂ زار درد کا ہر اک
چھوٹتے دل کے پار گزرے ہی

تو چونکتا عبث ہی کسی بات کے لیے
یوں ہی تمام جھگڑے ہی رگڑے میں ہو گئی
اگلے معاملے کو اگر یہ کیجئے معاف

میں آگیا ہوں صرف ملاقات کے لیے
ہر دن خراب پھرتے تھے جس رات کے لیے
لگ جاؤں اب گلے سے مکافات کے لیے

ہم جانتے ہیں درد اندھیری رات کو
تو لگ رہا ہی کوچہ میں جس گھات کے لیے

غمناکی بیہودہ رونے کو ڈبوتی ہی
گر اشک بجا ٹپکے آنسو نہیں موتی ہی

WWW.NAFSEISLAM.COM

دم لینے کی فرصت یاں ٹک دی نہ زمانے نے
خورشید قیامت کا سر پر تو اب آپہونچا
خورشید نہ تنہا ہی گردش مین زمانے کی

ہم تجکو دکھا دیتے کچھ آہ بھی ہوتی ہی
غفلت کو جگا دیتا کس نیند یہ سوتی ہی
یاں اپنے دلوں کے تئین شبنم بھی تو روتی ہی

جو ملتا ہی دل پھر کہاں زندگانی
عجب خواب در پیش ہی پھر تو سب کو
دلاسا تو دیجو تو ٹک جا کے اُس کو
نجاوے گا جب تک کہ جی میں جی ہی

کہاں میں کہاں تو کہاں نوجوانی
سُنا تو ٹک اب اپنی اپنی کہانی
تڑپتی ہی بیکس مری جاں فشانی
ترا غم ہی پیارے مرا یار جانی

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
فرسودگی ہی رشتۂ تسبیح کا حصول
جس دل پہ نے وفائی معشوق کے سبب
دل دے چکا ہوں اس بتِ کافر کے ہاتھ میں

جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے
دل میں کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے
یہ کچھ گزر چکا ہو وہ پھر چاہ کیا کرے
اب میرے حق میں دیکھیے اللہ کیا کرے

آنکھوں کی راہ ہر دم اب خونِ دل رواں ہی
غنچہ ہی دل گرفتہ گل کا ہی چاک سینہ
آہوں کی کشمکش میں دیکھو کہیں نہ ٹوٹے
گمنام اب جہاں میں مجھ سا نہیں ہی کوئی

جو کچھ ہی میرے دل میں منہ پر مرے عیاں ہی
گلشن میں ہی تو یہ کچھ آسودگی کہاں ہی
تارِ نفس سے اے دل وابستہ میری جاں ہی
عنقا کا نام ہی تو پھر چند نے نشاں ہی

دل تڑپتا ہی دردِ پہلو ہی
غم سے پہچانتا نہیں ہوں میں

جی نکل جائیو کہ وقت یہ ہی
کہ مرا سر ہی یا کہ زانو ہی

منع صہبا نہ کر نہ مجھے ای شیخ!
مے پرستوں کے حق میں دارو ہے

جلوہ گر ہی تجھی میں ای ذرّے
جس کی خاطر تجھے تگاپو ہے

ہستی ہی سفر، عدم وطن ہے
دل خلوت و چشم انجمن ہے
ہر چند کہ سنگِ دل ہے شیریں
لیکن فرہاد، کوہ کن ہے
دیکھا تو یہ شورشِ من و ما
ہنگامۂ وصلِ جان و تن ہے
مت جا تر و تازگی پہ اُس کی
عالم تو خیال کا چمن ہے

نہ وہ نالوں کی شورش ہے۔ نہ آہوں کی ہے وہ دھونی
ہوا کیا درد کو پیارے گلی کیوں آج ہے سونی
جلا کر دیکھ نامے کو حقیقت گر نہیں پڑھتا
محبت کے شراروں نے یہ چھائی جس طرح بھونی
تپش کو دل کی میں جانا تھا یہ آنسو بجھا دیں گے
ولے یہ آگ کو پانی سے بھڑکی اور بھی دونی
پڑی ہے خاک پر یہ لاش اُس رشکِ گلستاں کی
لہو کے آنسوؤں روتا ہے جس کو قتل کر خونی

تو اس قدر جو اُس کا مشتاق ہو رہا ہے
کیا دل سے بھی زیادہ آئینہ میں صفا ہے
کوئی بھی شخص اس کا مارا ہوا نہ پنپا
دل مت کہیں لگانا الفت بُری بلا ہے
سیماب کشتہ کس کا، ما الحیات کیدھر
گر جی کو مار سکیے ای درد کیمیا ہے

کس کے تئیں نہ دیکھئے کس پہ نگاہ کیجیے
کھولیے جس طرف نظر سمجھیے آہ سن کیجیے
عہد شکن ہو، خواہ وہ دل شکنی کیا کرے
اس کی طرف سے ہو سو ہو آپ نباہ کیجیے
کعبہ کو بھی نہ جائیے دیر کو بھی نہ کیجیے منہ
دل میں کسو کے درد یاں ہووے تو راہ کیجیے

نہ وہ بہار واں ہے نہ یاں ہم جواں رہے
ملیے پھر اس سے آہ پہ وہ دن کہاں رہے

آباد رکھیو خانۂ دنیا کو اے سپہر
یک چند ہم بھی آن کے یاں میہماں رہے

دل اپنے پاس گو کبھو رہتا نہیں ہے درد
پر ہے یہی دعا وہ رہے خوش جہاں رہے

اگر آہ بھریئے اثر شرط ہے
وگر ضبط کریئے جگر شرط ہے

بڑا غبن فاحش ہے انسان میں
پرکھنے کو اُس کے نظر شرط ہے

قدم عشق میں درد رکھتا تو ہے
وہ جانے کہاں ہیں خبر شرط ہے

لختِ جگر سب آنسوؤں کے ساتھ بہہ گئے
کچھ پار ہاے دل ہیں کہ پلکوں میں رہ گئے

کس کس طرح سے ان نے بھی سُن سُن کے ٹالیا
ہر چند ہم بھی باتوں میں کچھ کچھ تو کہہ گئے

اُس کی نظر میں درد یہ کچھ بات ہی نہیں
دانست میں ہم اپنی جو کچھ سُن کے سہہ گئے

یہ زاہد کب خطا سے نڈر ہے
اگر آدم نہیں تو بھی بشر ہے

علاجِ دردِ سر صندل ہے لیکن
ہمیں گھسنا ہی اُس کا دردِ سر ہے

سراپا چشم ہوں جوں آئینہ پر
کسو پر درد کب میری نظر ہے

کروں کس کے ساتھ اے سبزہ گرمجوشی
نہ دیکھی زمانے کی تو چشم پوشی

خبر اپنی لے اے گلستانِ خوبی
کرے ہے تبسم ترا گل فروشی

نپٹ مست ہے بے نرگس چمن میں
کسو کی تو آنکھوں نے کی بادہ نوشی

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

جگر پہ داغ نے میرے یہ گلفشانی کی
کہ اس نے آپ تماشے کو مہربانی کی

مری سی نالہ تراشی نہ کر سکا فرہاد
اگرچہ اس نے بھی اک عمر تیشہ رانی کی

ہم اتنی عمر میں دنیا سے ہو گئے بیزار
عجب ہی خضر نے کیونکر کہ زندگانی کی

دل سمت سینہ یا طرفِ سر کو منہ کرے
چھوڑا یہ دز دیکھیے کیدھر کو منہ کرے

کیا کم ہے مرغِ قبلہ نما سے بھی مرغ دل
سجدہ ادھر ہی کیجیے جیدھر کو منہ کرے

اس کے تئیں بھی دخترِ رز ٹک تو منہ لگا
ہیں جانوں پھر یہ زاہد اگر گھر کو منہ کرے

مت آئیو تو اس میں کہ مشہود کون ہے
ہر مرتبہ میں دیکھیو موجود کون ہے

دونوں جگہ میں معنی مولا ہی جلوہ گر
غافل ایاز کون ہے محمود کون ہے

تجھ پر کھلا ہے راز الیہ المصیر اگر
ہر فعل میں سمجھیو کہ مقصود کون ہے

اک خلق سے مستِ مئے بے خبری ہے
کس زلف کی بو تجھ میں نسیم سحری ہے

ہر آہ شرر بار ہے جوں سروِ چراغاں
کیا آگ الٰہی مرے سینہ میں بھری ہے

غافل تو کدھر بہکے ہے ٹک دل کی خبر لے
شیشہ جو بغل میں ہے اسی میں تو پری ہے

رباعیات

جان تو اک جہان رکھتا ہے
کون میری سی جان رکھتا ہے

تیرے یہ ڈھنگ اور تجھ سے میاں
درد کیا کیا گمان رکھتا ہے

نہیں چھوڑتی قیدِ ہستی مجھے
زمانے نے اے درد جوں گردباد

اگر کھینچ لے جاوے مستی مجھے
دکھائی بلندی و پستی مجھے

کیا جانیے کیا دل پہ مصیبت یہ پڑی ہے
اس طرح سے اک لخت جو آنسو نہیں تھمتے

اک آگ سی کچھ ہے کہ وہ سینے میں گڑی ہے
معلوم ہوا درد کہیں آنکھ لڑی ہے

بس ہے یہی مزار پہ میرے کہ گاہ گاہ
اے درد کیا عجب ہے مرے اشک و آہ سے

جاوے چراغ کوئی دلِ مہرباں جلے
ڈوبے اگر زمین و گر آسماں جلے

آیا نہ چین جی کو نہ دل سے تپک گئی
اب کون حالِ دل کہے اس مستِ ناز سے

میں چپ رہوں کہاں تئیں چھاتی تو پک گئی
اک آہ تھی سو وہ بھی سر اپنا پٹک گئی

دل ہی یہ بیقرار نہ ہووے تو کیا کرے
عاشق تو جانتا ہی نہیں اور کون ہے

اپنا جب اختیار نہ ہووے تو کیا کرے
اُس کو پر اعتبار نہ ہووے تو کیا کرے

نہ ملیے یار سے دل کو تو کب آرام ہوتا ہے
یہ حسن و عشق دل سمجھیں بنیگے آپس میں جو ہوگا

وگر ملیے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے
پرائے دلوں کے بکھیڑے میں اپنا کام ہوتا ہے

یہی پیغام درد کا کہنا
کونسی رات آن ملیے گا

گر کوئی کوئے یار میں گزرے
دن بہت انتظار میں گزرے

ہمارے جامۂ تن میں نہیں کچھ اور بس باقی
گریباں میں ہے مثلِ صبح اک تارِ نفس باقی

یکایک عشق کی آتش کا شعلہ اس قدر بھڑکا	نہ چھوڑا سرزمینِ دل میں کوئی خار و خس باقی
گر خاں کا بحر و بر میں جو کہ ہے۔ مدہوش ہے وصف خاموشی کے کچھ کہنے میں آسکتے نہیں	ہم نے دریا میں بھی دیکھا بلبلوں کا جوش ہے جس نے اس لذت کو پایا ہے سدا خاموش ہے
گر جان ہے تو جان کے آزار ساتھ ہے دنیا وہ فاحشہ ہے کسو سے نہیں بچی	یاں زندگی کے مردنِ دشوار ساتھ ہے دیکھا جسے تو اُس کے یہ مردار ساتھ ہے
پوچھ مت قافلۂ عشق کدھر جاتا ہے گو اُچٹتا ہے مرا نالہ بتوں کے دل سے	راہ رو آپ سے اس رہ میں گزر جاتا ہے کچھ نہ کچھ کام تو اپنا بھی یہ کر جاتا ہے
گر معرفت کا چشم بصیرت میں نور ہے آتی ہے دل میں اور ہی صورت نظر مجھے	تو جس طرف کو دیکھے اُسی کا ظہور ہے شاید یہ آئینہ بھی کسی کے حضور ہے
نہ کچھ غیر سے کام نے یار سے مجھے دیکھ دشنام کہنے لگا	کہیں چھوٹوں اس دل کے آزار سے نہ ہوگا خوش اب بھی تو بیزار سے
غیر اس کوچہ میں اب دیکھا تو کم آنے لگے کون ایسا آرہا ادھر کہ تم اس کی طرف	تیری خاطر میں کبھو شاید کہ ہم آنے لگے آنہ پھرتے تجھے کبھو یا دم بدم آنے لگے

باب فردیات

سلجھتی بات جن طرحوں میں ہم ویسا ہی سلجھاتے	یہ اُلجھیڑ النظر آتا تو اپنا دل نہ اُلجھاتے

گل کھاے تھے جنھوں نے وہ گل کچھ نہ کچھ کھلے ؂ پر داغ اپنے دل کے تو سب خاک ہیں ملے
اگر نہاں ہی تو تو ہی و گر عیاں تو ہی ؂ غرض کہ دیکھ لیا میں جہاں تہاں تو ہی
دل کو سب قیدوں سے اس وقت میں آزادی ہی ؂ مر چکے اب ہمیں غم ہی نہ کچھ شادی ہی
یارب سپہر اتنی تو اب در گزر کرے ؂ یہ خانماں خراب کسی دل میں گھر کرے
اس تیغ آبدار کا گر یہ ہی وار ہی ؂ پیارے تو زخمیوں کا ترے وار پار ہی
مرا تو جی وہیں رہتا ہی نت جہاں تو ہی ؂ اگرچہ میں یہ نہیں جانتا کہاں تو ہی
نہ مرتے ہیں نہ نیند آتی نہ وہ صورت نکلتی ہی ؂ یہ جیتے جاگتے ہم پر قیامت سب گزرتی ہی
نہ یاں قصہ سکندر کا نہ مذکور سلیمانی ؂ ہماری بزم میں ہوتا ہی اور ہی ذکر سلطانی
ازبس کہ جہان نقش فنا کا ہی نگیں ہی ؂ دل جس سے لگا پھر سے دیکھا تو نہیں ہی
طلسم ہستی موہوم دل پہ سخت چنبر ہی ؂ برنگ عکس مجکو آئنہ سد سکندر ہی
تعین گر مٹے دل سے تو کفر آثار ہو جاوے ؂ اگر عقدے کھلیں تسبیح کے زنار ہو جاوے
تری آنکھیں دکھا دیجے تو نرگس مست ہو جاوے ؂ اگر دیکھے یہ قامت سرو گلشن پست ہو جاوے
نالہ ہی سو نہ لے اثر آہ نے تاثیر ہی ؂ سنگدل کیا تجکو کہیے اپنی ہی تقدیر ہی
تجھ بن کہوں کیا تجھ سے کس طرح کٹے ہی ؂ نے دن ہی نبڑتا ہی نہ یاں رات کٹے ہی
کیجیے کیا؟ آہ! کدھر جائیے ؂ چھوٹیے اس دکھ سے جو مر جائیے
اس طرح جی میں سانس کھٹکے ہی ؂ سانس ہی یا کہ پھانس کھٹکے ہی
مشابہ کوئی ان آنکھوں سے کم ہی ؂ یہ نرگس ہی سو مرفوع القلم ہی
عبث دل بیکسی اپنی پہ تو ہر وقت روتا ہی ؂ نہ کر غم اے دوانے عشق میں ایسا ہی ہوتا ہی
بت پرستی ہی اب نہ بت شکنی ؂ کہ ہمیں تو خدا سے آن بنی
نہیں ہی بے سبب خندۂ دنداں نما ہر دم ؂ کسو کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت رکھتا ہی
زبس درد جدائی نے تری بندوں کو مارا ہی ؂ اگر آزار بھی ہوتا ہی تو وجع مفاصل ہی

دیکھ کر رخسار تیرے کی صفا — آئینہ کی یاں اُکھڑتی ہے قلعی

رباعیات متفرق

مدت تئیں باغ و بوستاں کو دیکھا — یعنی کہ بہار اور خزاں کو دیکھا
جوں آئینہ کب تلک پریشاں نظری — اب مونْدے آنکھ بس جہاں کو دیکھا

دیکھا ہے میں نے زندگی کا جب سے سپنا — جلنا ہی سدا ہے مجھکو نت ہے کھپنا
تقصیر معاف تب ہی ہوگی اے درد — جوں شمع کروں گا جب قدمبوس اپنا

اے درد یہ کون صبر کو لوٹ گیا — یوں تجھ سے جو ضبط یک بیک چھوٹ گیا
کیا تجھ پہ مصیبت پڑی ایسی ظالم — کہہ تو سہی جی ڈھا کہ دل ٹوٹ گیا

عاشق تجھ کو جو گھر نہ پاتا ہوگا — کیا کیا کچھ دل میں اُس کے آتا ہوگا
اور دن سے بھی تجھکو تو خوشی حاصل ہے — تیرا جی وہاں بھی بہل جاتا ہوگا

پیدا کرے ہر چند تقدس بندا — مشکل ہے کہ ہو حرص سے دل برکندا
جنت میں بھی اکل و شرب سے کب ہے نجات — دوزخ کا بہشت میں بھی ہوگا دھندا

اے درد یہ پلکنا جو آکر دیکھا — کچھ تو ہی بتا کہ دل لگا کر دیکھا
مانند مژہ اُٹھ گئی صف کی صف ہے — ہم نے تو جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھا

ہم نے بھی کبھو جام و سبو دیکھا تھا
اُن باتوں کو اب جو غور کریئے اے دردؔ
جو کچھ کہ نہیں ہے روبرو دیکھا تھا
کچھ خواب سا تھا کہ وہ کبھو دیکھا تھا

موند آنکھ سدا کب تئیں دن ٹالیے گا
اے دردؔ مراقبہ تو کرتے ہو ولے
غفلت کے تئیں بغل میں یوں پالیے گا
ٹک اپنے گریباں میں بھی سر ڈالیے گا

کس کا کون کیا کسو سے کہنا
گزرے ہے اب اس طرح سے اپنی اے دردؔ
اپنا اپنا ہر ایک کا ہے لہنا
رونا چپکے پڑے اکیلے رہنا

یا رب مقصود خلق کیا میں ہی تھا
کچھ کام ظہور میں نہ آیا مجھ سے
ایسا تجھے جہان میں یا میں ہی تھا
بس تجھ کو یہ مجھ سے مدعا میں ہی تھا

آرام نہ دن کو نے قراری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھو
نے رات کو چین آہ و زاری کے سبب
یہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

کیا فائدہ گر باز ہے یاں دیدۂ سر
جوں آئنہ ہر چند کھلی آنکھ ولے
نت پردۂ چشم دل ہے کوری دگر
آتا ہے نظر میں عیب اپنا جوہر

یوں دیکھ کے اپنے غم سے مجبور رنجور
اتنا بھی نہ مر کوئی دنوں جیتا رہ
کہتا ہے سمجھ تو سہی گر کچھ ہے شعور
ملنا ہے تجھے پھر بھی جو مجھ سے منظور

اے دردؔ اگرچہ ہم میں ہے جوش و خروش
رہتے ہیں ولے اہل تأمل خاموش

موجوں کو شراب کی وہ پی جاتے ہیں	گرداب کے مانند جو ہیں دریا نوش
اے درد یہ درد جی سے کھونا معلوم گلزار جہاں ہزار پھولے لیکن	جوں لالہ جگر سے داغ دھونا معلوم میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم
اے درد بہت کیا پر دیکھا ہم نیں بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کو	دیکھا تو عجب جہاں کا لیکھا ہم نیں جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نیں
غم کھاتے ہیں اور آنسو پیتے ہیں گزرے ہے جو کچھ کہ گزرے ہے کیا کہیے	دن رات مجھے عجب طرح بیتے ہیں پر تحملی یہ کہ اب تلک جیتے ہیں
جب سے توحید کا سبق پڑھتا ہوں اس علم کی انتہا سمجھنا آگے	ہر حرف میں کتنے ہی ورق پڑھتا ہوں اے درد ابھی تو نام حق پڑھتا ہوں
اے درد سبھوں سے برملا کہتا ہوں ملا کو بھی کچھ اس میں نہیں ہے انکار	توحید نہ میں چھپا چھپا کہتا ہوں بندہ بندہ خدا خدا کہتا ہوں
دریا پہ عبث جاے ہے ساقی سے کہو آنکھیں تری یوں نشے سے جاتی ہیں چڑھی	لے آئنہ دیکھ ظالم اس عالم کو جوں کشتی چڑھاؤ پہ کھنچی جاتی ہو
کی بہت طریق زہد میں عمر تباہ جوں کوچہ مسواک اسی میں دیکھا	اب کیجیے دل کو معرفت سے آگاہ کوچہ ہے یہ سربستہ نہیں اس میں راہ

کب جس میں ہو دنیا کی طلب ۔ بیٹھ سکے
تسکین ۔ شہود حق سے ہوتی ہی نصیب
جس دل میں ہوس بھری ہو کب بیٹھ سکے
اُٹھ جاے نظر سے خلق تب بیٹھ سکے

مت پوچھ کہ میں نے عمر کیونکر کاٹی
کس واسطے چاہیے پرکھا اتنا
جس طرح سے کٹ گئی یہ یُوں کر کاٹی
دو روز کی زندگی ہی جوں کر کاٹی

ہر بت کے لیے کب تئیں مرتے رہیے
اب دردؔ جو کچھ کہ زندگی باقی ہی
کب تک یہ کفر دل میں بھرتے رہیے
اللہ کو اپنے یاد کرتے رہیے

ای بحر علوم سب کو باری باری
تا حشر تری مریدی و پیری کا
ہی تجھ سے ہی اب حصول فیض باری
جوں موج یہ سلسلہ رہے گا جاری

آزادی معرفت نے ای دردؔ کبھی
کیوں اتنی اٹک ہی ہی اب قید حیات
عقدہ نہ کیا قبول جی پر کوئی
یہ بھی جو گرہ سی ہی سو کھل جاے کبھی

پیری چلی اور گئی جوانی اپنی
کل اور کوئی بیاں کرے گا اس کو
ای دردؔ کہاں ہی زندگانی اپنی
کہتے ہیں اب آپ ہم کہانی اپنی

یا اُس نے ہی کچھ رسم تغافل کم کی
رونے کو مرے تو بے ہی وہ نظروں میں
تاثیر پڑی ہی یا کہ اپنے غم کی
اس گوہر اشک کی بھی رتّی چمکی

تیرے لیے دھاد کو کسی سے نہ بنی
یہ خانہ خراب رفتہ رفتہ آخر
بہتیروں نے چاہا پہ سبھی سے نہ بنی
ایسا بگڑا کہ اپنے جی سے نہ بنی

جوں کال سے یاں تال کی پیدائی ہے
دیکھی تنزیہ اور تشبیہ تمام
ووں تال سے کال کی شناسائی ہے
وہ اس کے یہ اس کے یوں ہی کام آئی ہے

کچھ آپ ہی گر کے کچھ آپ ہی چنتا ہے
اے درد ہمیشہ یہ دلِ دیوانہ
کہتا ہے کچھ آپ۔ آپ ہی سنتا ہے
کیا کچھ ادھیڑتا ہے اور بنتا ہے

عاشق ہوئے جس کے اس کے محبوب بنے
تس پر بھی جو کچھ بنی سو دیکھی تم نے
دلخواہ سب اس کے ساتھ اسلوب بنے
بس درد خدا سے اب تمہیں خوب بنے

رباعی مستزاد

اے درد شبِ قدر ہے زلفِ سیاہ
گر دل سے ہے راہ
ہر خط میں لکھی ہوئی ہیں آیاتِ اللہ
کر ٹک تو نگاہ
جوں آئینہ حیران ہوں میں سر تا پا
ہے عشق گواہ
آتا ہے نظر حسن میں جلوہ کیا کیا
اللہ اللہ

گر شوق ہے جی میں حق کے پہچاننے کا
ابرام کرو
کہتا ہوں سخن چھوٹا سا پر ماننے کا
اک کام کرو

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

ہی غیر اگر تم میں تو لازم ہی تمھیں پہچانو اُسے
اور تم ہی ہو تو فائدہ کیا جاننے کا آرام کرو

کیسی تم کو بھاوت ہیں اور کیسی تو سکھ پاوت ہیں یہ پھلواری دھرد ہیں کچھ اور سمود کھلاوت ہیں
کلیاں من میں سوچت ہیں پھول کی کھلاوت ہیں جو دن وا کو بیت گیو ہی وا دن مونکو آوت ہیں

مخمسات

باطن سے جنھوں کے تئیں خبر ہی ظاہر پہ انھیں تو کب نظر ہی
پتھر میں بھی عشق کا اثر ہی اس آگ سے سوختہ جگر ہی
ہر سنگ میں دیکھ تو شرر ہی

خاموش ہو ترک گفتگو کر باطن کے صفا کی جستجو کر
حیرت میں وصال آرزو کر آئینۂ دل کو روبرو کر
دیدار نصیب ہر نظر ہی

ہستی نے کیا ہی گرم بازار لیکن ہی یہاں نگاہ درکار
سختی سے نہ رکھ قدم تو زنہار آہستہ گزر میانِ کہسار
ہر سنگ دکانِ شیشہ گر ہی

دیدار نما ہی شاہدِ گل اور زلف کشا عروسِ سنبل
جب دل سے مرے گیا تامل تب پردۂ رنگ و بو گیا کھل
دیکھا تو بہار جلوہ گر ہی

نزدیک و بعید ہی برابر مت ہو دمِ یاس سے مکدّر

آئینۂ وہم ہی سراسر	مانندِ نگہ نکل تو باہر
تیرے تئیں تجھ تلک سفر ہی	
ہر عجز میں کبریا ہی محجوب	ہر نقص سے ہی کمال مطلوب
کوئی نہیں ہی جہاں میں معیوب	آتے ہیں مری نظر میں سب خوب
گر عیب ہی پردۂ ہنر ہی	
ای دردؔ رموز کبریائی	کب تجھسے ہی زاہد ریائی
نے عجز ہا نہیں ہی واں رسائی	ہی مجھکو جہاں بہ پر کشائی
پرواز شکست بال و پر ہی	

دیگر

ہم وحشیوں کے دل میں کچھ اور ہی اُمنگ ہی	وحشت بھری ہوا وہی اور ہی ترنگ ہی
ان گم شدوں کے آگے تو عنقا بھی ننگ ہی	اہلِ فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہی
لوحِ مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہی	
نی فکرِ صبح کی نہ غمِ شام تھا ہمیں	نی شوقِ بادہ تھا نہ ہر جام تھا ہمیں
جب تک عدم میں تھے عجب آرام تھا ہمیں	اس ہستیِ خراب سے کیا کام تھا ہمیں
ای نشۂ ظہور یہ تیری ترنگ ہی	
نی یاں ہواے آب ہی نی حرص نان کی	نی دہشتِ سقر نہ ہوس ہی جنان کی
زاہد یہ باتیں سب ہیں ترے امتحان کی	فارغ ہو بیٹھ فکر سے دونوں جہان کی
خطرہ جو ہی سو آئینۂ دل پہ زنگ ہی	

دیگر

کئی قیمت میں اس کے پاس نقدِ دین کو لاے	کئی دنیا دکھاتے ہیں کہ یوں سعی دایہ بن جاے
ہمیں یہ سوچ ہی وہ خود فروش ادھر آگرے	برادِ اوجھ دربار نیم نی دینے نہ دنیا لے

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

وے داریم و اندوہے سرے داریم و سودائے

مگر ان نے وقوفوں نے محبت سہل جانی تھی — ہوس کرتا ہی تیرے عشق کی ہر ایک نیک و بد
ولے شعلۂ سرکش تو یوں گرمی کرے ہی کد — بنازم چشم دغت را عجب بینائیے دارد
بغیر از سینۂ پاکاں ندیدم خوش کند جائے

دیگر

ستاتی ہی مجھے ہر لحظہ کج ادائی دوست — کرے ہی دشمنی اب مجھ سے آشنائی دوست
بڑھی ہی اور طرف جا کے دلربائی دوست — پہ تو بھی دل میں ہی میرے وہی صفائی دوست
وفا مری نہیں دیکھے ہی بیوفائی دوست

مجھے تو نزع میں گذری ہی صبح سے تا شام — پھر اب جو شام ہوئی صبح تک کسے آرام
غرض کہ مجھ کو ہوئی زندگانی تلخ تمام — کہے ہی سن کے مرا حال وہ مجھے کیا کام
نگاہ کیجیو ٹک رنگ بے وفائی دوست

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

ترکیب بند

شاہنشہ ملک کفر و دین تو — ہی تخت نشین دل نشین تو
ہوں لفظ بمعنی آشنا میں — ہی معنی لفظ آفرین تو
ای زیور دست غیب ہر جا — انگشت نما ہی جوں نگین تو
کافر ہوں نہ ہوں جو کافر عشق — ہی ناز بتان نازنین تو
دشمن ہی کہاں کدھر کو ہی دوست — ہی گرمی بزم مہر و کین تو
ویرانی وادی گماں تو — آبادی خانۂ یقین تو
ہیہات جہاں یہ کور چشماں — ڈھونڈھیں ہیں تجھے تو ہی یہاں تو

لہ شعر فارسی اردو میں کہنے کی مشق ہی #

کرتا ہی یہ کون دیدہ بازی
گر روشنی نظر نہیں تو
تو ہی تو ہی دل کی بے حجابی
ہی پردۂ چشم سرمگین تو

معشوق ہی تو ہی تو ہی عاشق
عذرا ہی کدھر کہاں ہی وامق

میں منتظر دم صبا ہوں
جوں غنچہ گرفتہ دل بنا ہوں
اک عمر گزر گئی سمجھتے
معلوم کیا نہ میں نے کیا ہوں
نکلا بھی تو ہل سکا نہ مجھ سے
شرمندۂ جذب کہربا ہوں
بیگانہ جو مجھ سے وہ پھرے ہی
تقصیر یہ ہی کہ آشنا ہوں
موجود نہ پوچھے کچھ وہ کافر
گر آوے خدا بھی میں تو کیا ہوں
اپنی تو نہ کھوئی تیرہ بختی
ہر چند کہ سایۂ ہما ہوں
نے دل تو نہ کر مجھے سمجھ ٹک
میں ہی تو بساط میں رہا ہوں
مشکل ہی مجھے کہیں رسائی
کوتاہی طبع نارسا ہوں
پائی نہ گل وفا کی بو بھی
اس باغ میں جا بجا پھرا ہوں

آئندہ نہ کیجیے محبت
دنیا ہی نپٹ ہی جاے عبرت

میرے دم سرد سے نہیں دور
خورشید اگر ہو قرص کافور
ہوں داغ میں زخم دل کے ہاتھوں
بہتا ہی رہا سدا یہ ناسور

پوچھے کوئی جس کی بات مجھ سے — کرتا ہے مجھے ترا ہی مذکور
ہے غم یہ ترا کہ روز و شب یوں — رکھتا ہے ہمارے دل کو معمور
ایذا میں ہے دیکھ کیا حلاوت — نے نوش نہیں ہے نیشِ زنبور
یاں کھولیو تو سمجھ کے آنکھیں — شمع مجلس ہے شعلۂ طور
اتنا نہ ہُوا میں اُڑ سلیمان — کچھ تخت سے کم نہیں پرِ مور
قائل نہیں اختیار کا میں — بندہ ہے سمجھ میں اپنی مجبور
تو عشق کے رنگ سیر کر ٹک — واصل ہے کوئی کوئی ہے مہجور

پروانہ و شمع مل گئے یوں
ہیں بلبل و گل جدا جدا یوں

اس زیست کا اعتبار کیا ہے — کوئی دم میں یہ زندگی ہوا ہے
گزرا ہے نظر سے ایک عالم — یہ چشم نہیں ہے نقشِ پا ہے
ظالم ٹک ادھر تو دیکھ لے تو — کوئی پل میں خدا ہی جانے کیا ہے
ڈھاتا تو ہے دل کے تئیں و لیکن — تو جان یہ خانۂ خدا ہے
ہے دیدِ فنا ہی حاصلِ چشم — عقدہ یہ حباب پر کھلا ہے
ظاہر ہے تجھی سے تو یہ عالم — تو مجھکو بتا کہیں چھپا ہے
دنیا سے اُمید پا مُدار ہے — یہ وہم ترا کدھر گیا ہے
جوں آئنہ مُنہ کسی سے مت پھیر — تیرے دل میں اگر صفا ہے
کچھ پائی خبر نہ میں نے دل کی — کس کے وہ خیال میں گیا ہے
ہے میرے تئیں سراغ دل کا — پھرتا ہوں لیے یہ داغ دل کا

لہ وسلہ کوئی بلا اظہار واو پڑھنے سے مصرعہ ہوتا ہے جو پرانی شاعری میں جائز تھا کوئی کی جگہ ک بھی ہوسکتا ہے۔۱۲

مت کہہ کہ فلک میں ہیں برے ڈھنگ
کس کا ہی سمجھ تو ٹک یہ نیرنگ
ای رشک بہار ہی تجھی سے
یہ روے نہیں یہ آب او رنگ
برعکس سمجھ صفا کو اس کی
آئینہ کے دل میں ہی بھرا زنگ
ای شیشہ گراں نہیں یہ مینا
پگھلا ہی شراب پر دل سنگ
کرتا ہی تو صلح غیر سے تو
ہم سے ہی مگر ارادۂ جنگ
حیرت کا مری تو یہ اثر ہی
وہ بھی ہے مجھے دیکھ رہ گیا دنگ
میں پہونچوں خیال کی طرح واں
گر مجھ سے ہو تو ہزار فرسنگ
کرتا ہی یہ دل تو رو نہ نالے
ہی نے سے زیادہ تر خوش آہنگ
میں غنچۂ دل گرفتۂ دل
تو عقدہ کشاے خاطر تنگ

جوں زخم نہ مجھے شگفتہ دل رکھ
مت تیغ سے اپنی منفعل رکھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

عاشق ہی اور اضطرار کرنا
اک جا نہ کہیں قرار کرنا
ہم بھی ہیں امید وار بوسے
ایدھر بھی صبا گزار کرنا
ای عشق قسم ہی قتل گہ میں
پہلے تو ادھر ہی وار کرنا
دل اس کی گلی کو جب چلے تو
میرا بھی ٹک انتظار کرنا
مینا کو نہ توڑ محتسب تو
میرے تئیں سنگسار کرنا
ظالم ہیں تری یہ چشم قاتل
عاشق سے انکھیں نہ چار کرنا
ہو میرے سوا یہ کس سے ناحق
اپنے تئیں یوں نزار کرنا
ای وعدہ خلاف کب تلک یہ
بے فائدہ انتظار کرنا

آشفتہ دلوں کو مت ستانا
زلفوں میں نہ شانہ یار کہنا

وابستہ ہی اُن سے موبمو دل
مت ٹوٹ پڑے کوئی کبھو دل

مدت نہیں عشق دل پہ در تھا
دیکھا تو محبت کا دردِ سر تھا

آنکھوں نے جدھر کی نیزہ بازی
تھا دل ہی مرا کہ واں سپر تھا

زخمی نہ بچا تری نگہ کا
جو زخم تھا سو وہ کارگر تھا

ہو سامنے کون اس مژہ کے
میرا ہی تو یہ دل و جگر تھا

پوچھا ہیں کہ دل کو کیوں اجاڑا
کہنے لگا خوب اپنا گھر تھا

ہیں ہم بھی صبا ترے تو ہمراہ
مدت سے ارادۂ سفر تھا

ای نالہ پھرے ہے کیوں بھٹکتا
تجھ میں بھی کبھو تو کچھ اثر تھا

کیوں رد و قبول میں ہے جھگڑا
مجھ میں نہ تو عیب نے ہنر تھا

ای درد جہاں کہیں میں دیکھا
وہ یار مرا ہی جلوہ گر تھا

خاموش ہو مت جتا کسو کو
آتا ہی نظر خدا کسو کو

(مطبوعہ نظامی پریس بدایوں)

زیر نگرانی محمد احید الدین لیتھوگرافر سند یافتہ لندن
نظامی پریس بدایوں میں طبع ہوا
نظام الدین حسین پرنٹر و پبلشر